Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر ۷۸	مورخہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۳۱ء	یوم پنجشنبہ	مطابق ۲۰ر شعبان ۱۳۵۰ھ	جلد ۱۹

جلسہ سالانہ ۱۹۳۱ء کی اہم کوائف مختصر الفاظ میں

خدا تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالےٰ کے منشا کے ماتحت اپنے دست مبارک سے رکھی۔ ۲۶ر دسمبر کو شروع ہو کر ۲۸ر دسمبر ۱۹۳۱ء کو بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا ؛

موسمی کیفیت

چونکہ اوائل دسمبر میں بارش نہ ہونے کی صورت میں عام طور پر خیال کیا جاتا تھا۔ کہ آخری ایام میں بارش ہوگی۔ اس لئے خطرہ تھا کہ جلسہ کے دنوں میں بارش ہو کر عظیم الشان ہجوم کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہو۔ لیکن الحمد للہ کہ باوجود ۲۴ کی شب کو کسی قدر ترشح ہونے کے ایام جلسہ میں موسم نہایت خوشگوار اور مطلع بالکل صاف رہا ؛

نماز جمعہ

اس مبارک اجتماع میں شریک ہونے کیلئے احباب کا کثیر حصہ ۲۵ر دسمبر بروز جمعہ پہنچ گیا تھا۔ اور باقی دوست ۲۶ر کو تشریف لے آئے کچھ اصحاب ۲۷ کو بھی پہونچے۔ نماز جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد نور میں پڑھائی۔ اور سورہ فاتحہ کے حقائق و معارف پر نہایت لطیف خطبہ ارشاد فرمایا۔ نماز جمعہ کے بعد حضور نے چودھری کرم الٰہی صاحب مرحوم آف کرم پورہ کا جنازہ پڑھایا۔ جن کی لاش مقبرہ بہشتی میں دفن کرنے کے لئے لائی گئی تھی۔ اس موقعہ کی یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کہ تابوت پر گیندے کے کچھ پھول پڑے تھے۔ جب حضور جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ تو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر پھول نیچے پھینک دیئے ؛

مہمان

مہمانوں میں اعلےٰ قابلیت اور حیثیت کے غیر احمدی۔ غیر مبایعین۔ ہندو سکھ اور یورپین سب شامل تھے۔ اور احمدی احباب بھی پنجاب کے ہر حصہ کے علاوہ دور دراز کے علاقوں بنگال۔ بمبئی۔ مالابار۔ بہار۔ یو۔ پی حیدر آباد دکن۔ صوبہ سرحد۔ کشمیر اور دیگر ریاست ہائے ہندوستان سے شریک ہوئے۔ کئی دوست افریقہ کے دور دراز مقامات سے بھی تشریف لائے۔

ریلوے کے انتظامات

محکمہ ریلوے نے حسب سابق اس سال بھی مسافروں کی آسائش اور ان کو آرام پہونچانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ۲۴ر دسمبر سے ہی ریلوے ٹرینوں میں مزید بوگیاں لگا کر سفر کرنیوالوں کے لئے بہت زیادہ گنجائش پیدا کر دی گئی۔ اور ۲۵ر کو علاوہ معمولی اور روزمرہ کی گاڑیوں کے تین سپیشل ٹرینیں چلائی گئیں۔ ٹریفک انسپکٹر صاحب حلقہ امرتسر پہلے تو امرتسر میں ریلوے انتظامات کی نگرانی کرتے رہے۔ پھر ۲۶ر سے قادیان آگئے۔ عملہ سٹیشن میں بھی بہت سا اضافہ کر دیا گیا۔ جس نے اپنے فرائض ادا کرنے کے دوران میں مہمانوں کی سہولت اور آرام کا ہر طرح خیال رکھا۔ سٹیشن پر روشنی وغیرہ کا انتظام بھی

ذکر حبیب - ۱۹ر دسمبر کو بجے شام جناب مفتی محمد صادق صاحب نے مسجد اقصیٰ میں ...

تسلی بخش تھا۔ اور ہمیں بتایا گیا ہے۔ کہ ریلوے سٹاف پر اس بات کا خاص اثر ہے۔ کہ باوجود اس قدر کثیر ہجوم کے کسی احمدی کو انہوں نے بلا ٹکٹ نہیں پایا۔ اور بعض وہ اصحاب جنہیں قادیان تک کا پورا ٹکٹ نہ مل سکا۔ اور سپیشل گاڑی کی وجہ سے امرتسر یا بٹالہ سے ٹکٹ نہ خرید سکے۔ انہوں نے ٹکٹ کے ساتھ زائد کرایہ خود بخود ادا کر دیا۔ قادیان، بٹالہ اور امرتسر کے سٹیشنوں پر احمدی والنٹیر بھی مہمانوں کے آرام و آسائش کے لئے موجود تھے ؞

جلسہ گاہ

جلسہ گاہ سابقہ مقام پر ہی تعمیر کی گئی تھی۔ جس کا رقبہ ۱۳۰×۱۲۰ فٹ تھا۔ اور چاروں طرف ۱۵ سیڑھیوں کی گیلریاں بنائی گئیں گزشتہ سال ۱۳ گیلریاں تھیں۔ گویا اس سال جلسہ گاہ میں گزشتہ سال کی نسبت کافی وسعت کی گئی۔ مگر باوجود اس کے ہجوم کا یہ عالم تھا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی تقریروں کے وقت جگہ کی تنگی محسوس ہوئی۔ اور احباب کو سمٹ کر بیٹھنے کے لئے کہنا پڑا ؞

مہمانوں کی تعداد

اس وقت تک جلسہ میں شریک ہونیوالوں کی تعداد کا اندازہ لگانے کا طریق یہی ہے۔ کہ کھانے کی پرچیوں کے لحاظ سے تعداد شمار کیجائے اس لحاظ سے ۲۷ کی شام کو ۱۸۷۷۶ تعداد شمار کی گئی۔ جلسہ گاہ کی گزشتہ سال کی نسبت زیادہ وسعت اور اس کا پوری طرح بھر جانا ظاہر کرتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے فضل سے اس سال بھی پہلے سال کی نسبت زیادہ زائرین تشریف لائے ؞

حسنِ انتظام

باوجودیکہ مہمانوں کا اس قدر کثیر ہجوم تھا۔ اور دن بھی سخت سردی کے تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے کارکنوں کو کہ انہوں نے اپنے اوپر تکلیف اٹھا کر اور دن رات مہمانوں کی خدمت میں مصروف رہکر انہیں آرام پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ صبح کا کھانا جلسہ شروع ہونے سے قبل عمدگی کے ساتھ کھلا دیا جاتا تھا۔ اور احباب ٹھیک وقت پر جلسہ گاہ میں پہونچ سکتے تھے۔ اور خدا تعالےٰ کا یہ بھی خاص فضل ہے۔ کہ کوئی ناگوار واقعہ جس کا ایسے اجتماعات پر امکان ہو سکتا ہے۔ پیش نہیں آیا۔

انتظامِ جلسہ

افسر جلسہ جناب میر محمد اسحاق صاحب ناظر ضیافت تھے۔ اور ان کے مددگار اندرونِ قصبہ کے ناظم جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری اور بیرونِ قصبہ کے ناظم حضرت صاحبزادہ میرزا شریف احمد صاحب اور نائب ناظم جناب قاضی محمد عبد اللہ صاحب بی۔ اے تھے۔ ناظموں کے ماتحت ہر کام کا علیحدہ علیحدہ افسر مقرر تھا۔ اور ہر افسر کے متعدد معاونین تھے نہایت خوشی کا مقام ہے۔ کہ سب اصحاب نے نہایت جانفشانی اور تندہی سے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ سے ملاقات کا انتظام شیخ یوسف علی صاحب پرائیویٹ سکرٹری کے سپرد تھا اور حضورؐ کو ہجوم کے ریلے سے محفوظ رکھنے اور آنے جانے میں سہولت پیدا کرنے کے انچارج شیخ نیاز احمد صاحب تھے۔ مہمانوں کو بالعموم صبح کے وقت دال روٹی یا اور شام کو گوشت روٹی ملتی رہی۔ مگر خاص حالات کے مطابق بھی مکمل انتظام تھا۔ اور پوری پوری کوشش کی گئی۔ کہ کسی مہمان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو ؞

حضرت اقدس کی مصروفیت

۲۵ر دسمبر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے بنفسِ نفیس تمام انتظامات جلسہ کا معائنہ فرمایا۔ اور جو فروگذاشتیں نظر آئیں۔ ان کے متعلق ناظر صاحب اعلےٰ کو ہدایات دیں۔ چنانچہ ان باتوں کی فوراً اصلاح کی گئی۔ ۲۶ر دسمبر سے ملاقات شروع ہوئی۔ اور حضورؐ عام طور پر صبح ½۷ بجے سے ½۹ تک اور پھر شام کے بعد سے رات کے ۲ بجے تک احباب سے ملاقات میں مصروف رہے۔ تمام امور کی تفصیلی رپورٹ روزانہ حضورؐ کی خدمت میں پیش کی جاتی۔ اور حضورؐ ہدایات نافذ فرماتے رہے ؞

بیعت

بیعت کی تعداد قریباً ساڑھے تین سو تھی۔ عورتوں کے متعلق ابھی معلوم نہیں ہو سکا ؞

پروگرام میں تبدیلی

حالات پیش آمدہ کے ماتحت شائع شدہ پروگرام میں معمولی تبدیلی کرنی پڑی۔ ۲۶ر دسمبر کو ناظر صاحب ضیافت چونکہ انتظامات جلسہ کی مصروفیت کے باعث خطبہ استقبالیہ نہ پڑھ سکے۔ اس لئے ان کی طرف سے مولوی عبد السلام صاحب عمر نے خطبہ پڑھا۔ ۲۷ر دسمبر ان کی بجائے مولوی عبد الغفور صاحب مولوی فاضل نے تقریر کی۔ ۲۸ کو جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کا لیکچر تھا۔ لیکن وہ پہنچ نہ سکے تھے۔ اس لئے مولوی جلال الدین صاحب شمس کو دمشق کے تبلیغی حالات سنانے کا موقعہ دیا گیا۔ تمام مقررین سے مقررہ وقت کی پابندی کرائی گئی ؞

طبی امداد

انتظامات کے سلسلہ میں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ کہ نور ہسپتال میں دن رات کے ۲۴ گھنٹہ طبی امداد کا انتظام تھا۔ اس کے علاوہ بورڈنگ مدرسہ احمدیہ اور بورڈنگ ہائی سکول میں بھی ضرورت مند احباب کو طبی امداد مہیا کرنے کا انتظام کیا گیا ؞

خواتین کا جلسہ

خواتین کا جلسہ بھی حسب معمول کامیابی سے منعقد ہوا۔ جس میں دوسرے اصحاب کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے بھی تقریر فرمائی۔ خود مستورات نے بھی تقریریں کیں۔ اور مرکزی لجنہ اماء اللہ کے زیر اہتمام دستکاری کی نمائش بھی ہوئی۔ اس جلسہ کی رپورٹ لجنہ اماء اللہ کی طرف سے موصول ہونے پر شائع ہوسکیگی ؞

مختصر روئداد جلسہ سالانہ ۱۹۳۱ء

پہلا دن

۲۶ر دسمبر جلسہ سالانہ کا افتتاح فرمانے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ساڑھے نو بجے مقررہ وقت پر جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ اور ہزارہا حاضرین نے پُرجوش نعروں سے حضورؐ کا استقبال کیا پہلے حافظ صوفی غلام محمد صاحب بی اے نے تلاوت قرآن کریم کی۔ اس کے بعد حضورؐ نے لمبی دعا کے ساتھ جلسہ کا افتتاح فرمایا۔ اور ایک تقریر فرمائی جو اسی پرچہ میں دوسری جگہ درج ہے۔ اس کے بعد حضورؐ تشریف لیگئے۔ اور جناب سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب کی صدارت میں کارروائی شروع ہوئی۔ ناظر صاحب ضیافت کی طرف سے مولوی عبد السلام صاحب عمر نے خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ بعد ازاں جناب چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم اے نے "مذہب کی ضرورت" پر اور جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے "توحید کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر بمقابلہ دیگر مذاہب" پر تقریریں کیں اور جلسہ ظہر و عصر کی نمازوں کے لئے برخاست ہوا۔

نماز ظہر و عصر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اکٹھی پڑھائیں۔ اس کے بعد دوسرا اجلاس ۳ بجے جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے۔ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت و نظم خوانی کے بعد جناب مولوی عبد الرحیم صاحب نیر نے "اسلام میں اخلاقِ فاضلہ" پر اور جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے "اسلام اور دیگر مذاہب میں مابہ الامتیاز" پر اور جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے مقررہ عنوان کی بجائے وفاتِ مسیح پر تقریریں کیں ؞

دوسرا دن

دوسرے دن کا پہلا اجلاس جناب خانصاحب چودھری نعمت خاں صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ اور مولوی عبد الغفور صاحب مولوی فاضل نے "ختم نبوت میں ہمارا اور دوسرے مسلمانوں کا نقطۂ نظر" پر تقریر کی۔ ان کے بعد مولوی جلال الدین صاحب شمس مبلغ شام نے "حضرت مسیح موعودؑ کی شان حکمیت و عدلیت" پر اور جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے "انبیاء علیہم السلام کی آسمانی بادشاہت" پر تقریریں کیں۔ اور اجلاس اول نماز ظہر و عصر کے لئے ختم ہوا ؞

نمازیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی اقتدا میں پڑھی گئیں۔ تلاوت و نظم خوانی کے بعد تین بجے حضورؐ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور ½۵ بجے تک مختلف اہم امور پر تقریر فرمائی۔ جماعت کی موجودہ مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے حضورؐ نے صبر کے متعلق نہایت لطیف مضمون بیان فرمایا۔ آخر وقت تک حاضرین ہمہ تن گوش ہو کر سنتے رہے ؞

تیسرا دن:۔ تیسرے دن کا پہلا اجلاس جناب مولوی ذو الفقار علی خاں صاحب گوہر کی صدارت میں شروع ہوا۔ اور اگرچہ پہلی تقریر جناب مفتی محمد صادق صاحب کی تھی۔ مگر آپ چونکہ مسلم لیگ دہلی کے اجلاس سے واپس نہ آئے تھے۔ اس لئے پہلا وقت جناب مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو دیا گیا۔ جن کے بعد عرفانی صاحب کی جگہ مولانا شمس نے حالاتِ شام سنائے۔ جو نہایت دلچسپ تھے۔ اور حاضرین کے اصرار پر ان کو زیادہ

... مختصراً ذکر کیا۔ ... تاریخ کلیسیا میں غلط عقائد ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۷۸ | قادیان دارالامان مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۱ء | جلد ۱۹

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی تقریر

جلسہ سالانہ ۱۹۳۱ء کے افتتاح کے موقعہ پر

۲۶ دسمبر ۱۹۳۱ء جلسہ سالانہ کا افتتاح فرماتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ نے حسب ذیل تقریر فرمائی:-

ایڈیٹر

بہترین افتتاح

ایک مذہبی مجلس کا الٰہی کلام سے ہی ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور میں دُعا۔ اور انابت اور تضرع اور عجز کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت

تو مولوی غلام محمد صاحب نے فرمائی ہے۔ اس کے بعد میں چاہتا ہوں۔ دوست

مل کر دُعا کریں

کہ اللہ تعالےٰ اس اجتماع کو بابرکت بنائے۔ ہماری نیتوں اور اعمال کو اپنے منشاء کے مطابق چلائے۔ اور اپنے فضل سے ہمارے کاموں میں برکت ڈالے۔ پھر جو احباب شریک جلسہ ہوئے۔ اور ہو سکے ہیں ان پر اپنا فضل نازل کرے۔ اور جو نہیں شریک ہو سکے۔ ان پر بھی فضل کرے۔ یعنی جماعت کے وُہ دوست جو کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں آسکے۔ ان پر فضل کرے۔ اور وُہ لوگ جو باوجود توفیق کے اپنی سستی کی وجہ سے شامل نہیں ہوئے۔ ان پر بھی۔

اس کے بعد دُعا ہوئی۔ اور پھر حضور نے فرمایا:-

دُعا کے بعد

میں دوستوں کو اس امر کے متعلق نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ بہت سے دوست ایسے ہیں جنہیں علیحدہ علیحدہ رہنے کی وجہ سے سال بھر میں اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی باتیں سننے کا موقعہ نہیں ملتا۔ اور جنہیں دوسرے اوقات میں موقعہ ملتا ہے۔ انہیں بھی اتنی کثرت سے نہیں ملتا۔ کہ

رُوحانی پیاس

بجھانے کے لئے جتنے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ وُہ میسر آجائے۔ اس کے علاوہ یہ جلسہ

شعائر اللہ

میں سے ہے۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے۔ اس میں صحیح طور پر شمولیت۔ برکات اور انوار الٰہی کا موجب ہے۔ اور اس میں نقص اللہ تعالےٰ کی ناراضگی اور روحانی زنگ کا موجب ہے۔ اس لئے میں

تمام دوستوں کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ جلسہ کے ایام میں جہاں تک ہو سکے۔ اپنے اوقات کو صحیح طور پر استعمال کریں اور جو دوست ان کے ساتھ آئے ہیں۔ انہیں بھی تحریک کریں۔ اور توجہ دلاتے رہیں۔ کہ وُہ صحیح طور پر اپنے اوقات صرف کریں:-

پھر جلسہ میں شریک ہونے کے لئے آنے والے احباب مسافر ہیں اور مسافر کو ایک حد تک معذور قرار دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ فرض عبادت بھی اس کے لئے نصف کر دی گئی ہے۔ لیکن اس مقام کو اللہ تعالےٰ نے چونکہ

خاص برکتوں کا موجب

بنایا ہے۔ اور ان ایام کو بھی خاص برکتوں کا ذریعہ ٹھیرایا ہے۔ اس لئے احباب کو چاہیئے۔ کہ

باوجود سفر میں ہونے کے

جہاں تک ہو سکے۔ عبادت پر زیادہ سے زیادہ زور دیں۔ اور دعاؤں کی طرف خاص طور پر توجہ کریں۔ کیونکہ خاص مقام اور خاص ایام کی عبادتیں اور دعائیں بھی اپنے اندر خاص برکات رکھتی ہیں۔

بلاشُبہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ ہی اپنے بندوں کی دُعائیں سنتا ہے۔ اور ہر جگہ سے سنتا ہے۔ مگر بندہ کو تحریک اور تحریص دلانے کے لئے کہتا ہے۔ کہ فلاں اوقات اور فلاں جگہوں کی دعائیں زیادہ سُنونگا۔ چونکہ انسان پر

غفلت کے اوقات

آتے ہیں۔ اور غفلت کی وجہ سے اس کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے بندہ کے لئے خاص اوقات اور خاص مقام مقرر کر دیئے۔ تاکہ ان سے فائدہ اٹھائے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ کسی خاص وقت اور خاص مقام کی عبادت دوسرے اوقات اور دوسرے مقامات میں عبادت کرنے سے مستغنی کر دیتی ہے

قضاء عُمری

کی ہماری شریعت میں کوئی حقیقت نہیں۔ اسلامی شریعت ضروری قرار دیتی ہے۔ کہ باقی ایام میں بھی اور ہر مقام پر فرائض ادا کرنے ضروری ہیں۔ اور کسی وقت انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں جو لوگ نوافل میں سُست ہوں۔ جن کی عبادتوں میں کمی رہ جائے۔ اور جو روحانیت میں ترقی کی خواہش رکھتے ہوں۔ ان کے لئے دوسرے خاص اوقات مقرر کر دیئے گئے۔ تاکہ ان اوقات کے نوافل ان کی کمی کو دُور کر دیں۔ ورنہ فرائض اپنے وقت پر ہی ادا کرنے ضروری ہیں۔

غرض خدا تعالےٰ نے اپنے

بندوں پر فضل

نازل کرنے اور انہیں اپنا قرب عطا کرنے کے لئے ان کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کے باعث برکات اور انوار کے خاص اوقات اور خاص مقامات مقرر کر دیئے ہیں ایسے مقامات میں سے سب سے

اوّل درجہ کا مقام مکّہ ہے

اور وہاں کی خاص برکات حاصل کرنے کے لئے خاص ایام بھی مقرر ہیں۔

دُوسرا مقام مدینہ ہے

وہاں کے لئے کوئی خاص ایام مقرر نہیں۔ انسان جب چاہے۔ وہاں جا سکتا ہے۔ اس سے اتر کر

قادیان کا مقام

ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے

زمینِ قادیاں اب محترم ہے۔ ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے۔

نادان اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ قادیان کو مکّہ بنا دیا گیا۔ مگر یہ عجیب بے وقوفی کی بات ہے۔ کہ خود مکّہ کی مسجد کی نقل میں مسجد تعمیر کرتے۔ اور اس میں عبادت کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ چونکہ مکّہ کے بیت اللہ کی نقل ہے اس لئے یہ بھی بیت اللہ ہے۔ گویا اپنی بنائی ہُوئی مسجد کو تو بیت اللہ کہتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کے بابرکت بنائے ہوئے مقام کو ارض حرم جیسا کہنے پر اعتراض کرتے ہیں۔ آپ تو

ہر جگہ کی مسجد

کو وُہی نام دیتے ہیں۔ جو خدا تعالےٰ نے ایک خاص مقام کو دیا ہے۔ اور اسے بیت اللہ کہا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ ایک مقام کو اس کا مثیل قرار دیتا ہے۔ اسے اپنے خاص برکات کا مورد بناتا ہے۔ اس میں اپنے انوار نازل کرتا ہے۔ مگر اس کے متعلق کہتے ہیں۔ اسے اس مقام کا مثیل نہ کہا جائے۔

حالانکہ مثیل ہونا ایسا مسئلہ ہے جسے اسلام میں پیدا ہونے والے صوفیا نے بہت اہمیت دی ہے۔ اور یہاں تک قرار دیا ہے۔ کہ انسان کو چاہیئے۔

اللہ تعالےٰ کے اخلاق

اپنے اندر پیدا کرے۔ چنانچہ تمام صوفیا کہتے آئے ہیں۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ کہ اللہ تعالےٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔ اس بات پر تو کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ اور اسے درست تسلیم کیا جاتا ہے لیکن قادیان کو ارضِ حرم کا مثیل قرار دینے پر معترض ہوتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک خدا تعالےٰ کی صفات انسان کے اندر پیدا ہونا تو جرم نہیں۔ لیکن قادیان کا مکہ کی مثیل ہونا جرم ہے مگر

یہ جہالت ہے

جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بُعد اور قرآنِ کریم کا مطالعہ نہ کرنے کی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے مقربین کے اقوال کا مطالعہ نہ کرنے کے باعث پیدا ہوئی ہے۔ حقیقت یہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے اخلاق جذب کرنے سے جس طرح انسان مکرم معظم بن جاتا ہے۔ اسی طرح مکہ کے صفات جذب کر کے ایک مقام بھی متبرک اور مقدس بن جاتا ہے۔ اور مکہ کی طرف اس مقام کے متبرک ہونے کی نسبت دینے کا مطلب یہ ہے کہ اسے مستقل نہ سمجھا جائے۔ بلکہ

مکہ کے تابع

سمجھا جائے۔ پس جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ مکہ جو اصل ارضِ حرم ہے اس کے یہ تابع ہے تو اس پر

اعتراض کرنا

ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ بعض نادان کہتے ہیں۔ کلمہ شہادت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینا شرک ہے۔ اور مسلمان اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ کہکر شرک کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کلمہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا شامل ہونا اور آپ کو عبدہ و رسولہ کہنا یہ بتانے کے لئے ہے۔ کہ آپ خدا کے بندے ہیں۔ پس کلمہ میں آپ کے نام کا اشتراک توحید کے قیام کے لئے ہے۔ نہ کہ توحید کے خلاف۔ اسی طرح قادیان کو ارضِ حرم قرار دینا مکہ کی ہتک کے لئے نہیں۔ بلکہ اس کی

عظمت اور تقدس

کے اظہار کے لئے ہے۔ جب اللہ تعالےٰ نے دیکھا۔ کہ لوگ ارضِ حرم کی طرف حقیقی طور پر توجہ نہیں کرتے۔ اور اس کی برکات سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ چنانچہ ہندوستان میں ہی مسلمانوں کا وہ طبقہ جسے حج کے لئے جانا چاہئے۔ نہیں جاتا۔ اس کی بجائے مفلس۔ کنگال اور بھوکے مرتے ہوئے لوگ جن کے لئے حج پر جانا فرض نہیں۔ جاتے ہیں جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ۸۸ فیصدی ایسے لوگ حج کے لئے جاتے ہیں۔ جن پر جانا فرض نہیں۔ دس فیصدی ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے متعلق احتمال ہو سکتا ہے۔ کہ ان پر فرض ہوگا۔ باقی ایک دو فیصدی وہ ہوتے ہیں۔ جن کے لئے حج فرض ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ جن پر حج فرض ہے۔ وہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ تو خدا تعالےٰ نے ایسے لوگوں کو بتانے کے لئے یہاں

ہندوستان میں ایک مقام

مکہ کا مثیل بنایا۔ اور کہا۔ اسکو دیکھو۔ کس طرح اس میں اللہ کا ذکر ہوتا۔ اور اس کے دین کی عظمت بیان کی جاتی ہے۔ اس میں اخلاص کے ساتھ آنے والوں کو کس قدر روحانی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ جب مثیل کو اتنی عظمت اور اتنی برکت حاصل ہے۔ تو اس کے اصل کو کیسی برکت اور تقدیس حاصل ہوگی۔ اور اسے خدا نے کس قدر برکت والا بنایا ہے۔

غرض ان لوگوں کو شرمندہ کرنے اور توجہ دلانے کے لئے جو حج کا فرض ادا کرنے کی استطاعت رکھتے ہوئے ادا نہیں کرتے۔

قادیان کو عظمت

عطا کی۔ ایسے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ آپ نے حج نہیں کیا۔ مگر ان لوگوں کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک سپاہی کسی ضروری کام کے لئے جا رہا تھا۔ کسی نے اسے آواز دی۔ ذرا ادھر آنا۔ نہایت ضروری کام ہے جب وہ گیا۔ تو بلانے والا اسے کہنے لگا۔ میری چھاتی پر بیر پڑا ہے۔ اسے اٹھا کر میرے منہ میں ڈال دو۔ اس پر سپاہی کو بہت غصہ آیا کہ اس نے کیوں میرا وقت ضائع کیا۔ پاس ہی ایک دوسرا شخص لیٹا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ آپ اس پر خفا کیوں ہوتے ہو۔ اس کی تو یہی حالت ہے۔ ساری رات کتا میرا منہ چاٹتا رہا۔ مگر یہ ایسا سُست ہے۔ کہ ہش تک نہ کر سکا۔ یہی حال ان معترضین کا ہے۔ وہ جو

میدانِ جنگ میں کھڑا

کفر کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اس کے متعلق کہتے ہیں۔ اس نے حج نہیں کیا۔ مگر آپ آرام و آسائش کی زندگی بسر کرتے ہوئے حج کو نہیں جاتے۔ حالانکہ جو جہاد میں مشغول ہو اس کے لئے حج کس طرح ممکن ہے۔ حج تو امن اور اطمینان کے موقعہ پر ہوتا ہے۔ جس شخص کا دن رات اور صبح شام یہی کام ہو۔ کہ کفار کا مقابلہ کرے جس نے اپنی ساری عمر اسی جہاد میں صرف کر دی۔ اس کے لئے حج اسی میں آگیا۔ ہاں اگر یہ لوگ جہاد میں اس کی مدد کرتے۔ اسے موقعہ اور فرصت دیتے۔ تو اس پر حج فرض ہوتا۔ مگر یہاں تو یہ حال ہے۔ کہ جب وہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑا تھا۔ اور اسلام کی حفاظت کر رہا تھا۔ تو انہوں نے اسکی

پیٹھ پر گولیاں

چلانی شروع کر دیں۔

غرض مکہ کی بزرگی اور فضیلت کی طرف توجہ دلانے کے لئے خدا تعالےٰ نے اس مقام کو ارضِ حرم قرار دیا۔ اور اس سے اپنی برکات کو مخصوص کر دیا۔ دوستوں کو چاہیئے۔ کہ ان ایام میں خصوصیت سے

دعائیں اور عبادتیں

کریں۔ تاکہ خاص برکات سے فائدہ اٹھا سکیں۔ پھر یہ بھی یاد رکھیں۔ کہ ان کے لئے اس طرح جہاد نہیں۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تھا۔ اس لئے جو توفیق رکھتے ہوں۔ وہ یہاں آکر یہ سبق بھی حاصل کریں۔ کہ اصل مقام پر بھی جائیں۔ اور معترضین پر ثابت کر دیں۔ کہ جنہیں خدا تعالےٰ توفیق دیتا ہے۔ وہ حج بھی کرتے ہیں۔ پس وہ لوگ جو من استطاع الیہ سبیلا کے مصداق ہوں۔ جو اپنے گھر والوں کو بھی رزق دے سکیں۔ اور اپنے اخراجات کا بھی انتظام کر سکیں۔ اور جن کے رستہ میں کوئی شرعی روک حائل نہ ہو۔ ان پر

حج فرض ہے

وہ ضرور یہ فرض ادا کریں۔

پس دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اپنے یہ ایام عبادتوں اور دعاؤں میں صرف کریں۔ پھر جلسہ میں زیادہ سے زیادہ وقت لگانا۔ اور

ساری تقریریں

توجہ سے سُننی چاہئیں۔

اس نصیحت کے بعد میں ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ گزشتہ ماہ نومبر میں امرتسر کے سٹیشن پر ایک بچہ گم ہو گیا ہے جس عورت کا بچہ گم ہوا ہے۔ وہ احمدی نہیں۔ مگر اسے خواب میں دکھایا گیا ہے کہ قادیان جائے۔ اور بچہ کو تلاش کرے۔ دوست خیال رکھیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو۔ اس بچہ کو تلاش کرنے کی کوشش کریں۔

چھوٹے بچوں کا گم ہونا

اس ملک کی شرارتوں میں سے ایک بہت بڑی شرارت اور بدترین قسم کا جرم ہے۔ جو دنیا میں کیا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ ساری اولاد کے فوت ہو جانے کا اتنا صدمہ نہیں ہو سکتا۔ جتنا ایک بچہ کے گم ہو جانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ ساری عمر اس تڑپ میں گزرتی ہے۔ کہ معلوم نہیں وہ فوت ہو گیا ہے۔ یا زندہ ہے۔ اور اگر زندہ ہے۔ تو کس حال میں ہے میں سمجھتا ہوں۔ اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو شدید سزا دینی چاہیئے لوگوں کے اخلاق ایسے بگڑ گئے ہیں۔ کہ مذہبی تعصب اور عداوت کی وجہ سے دوسرے مذاہب کے بچوں کو چرا لینا اچھا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ اور قرآن کریم میں آتا ہے الفتنۃ اشد من القتل۔ بعض شرارتیں قتل سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہیں۔ میں اپنی جماعت کے لوگوں سے کہتا ہوں۔ انہیں

ہوشیار رہنا

چاہیئے۔ اور اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کا خواہ وہ کسی مذہب اور کسی قوم کے ہوں۔ مقابلہ کرنا چاہیئے۔ چند سال ہوئے۔ یہاں سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

مومن کی عملی زندگی اور سورۃ فاتحہ

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۱ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ

ایک ہندوؤں کا مذہبی راہنما

پنجاب یا یو۔پی کے علاقہ سے آیا۔ تو ایک بڑا ہندو افسر جو آپ سے ملنے والا تھا۔ اسنے آکر بتایا۔ کہ ہمارے ایک بزرگ آئے ہوئے ہیں۔ جن سے ملنے کی وجہ سے روحانیت تازہ ہو جاتی ہے۔ فرمانے لگے۔ میں نے اس سے پوچھا۔ کہ آخر روحانیت کے تازہ ہونیکا کیا سبب ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ وہ ایسی محبت خدا تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ کہ گھنٹوں دعا میں لگے رہتے ہیں۔ اور تھکتے نہیں۔ چنانچہ اس نے ذکر کیا۔ کہ ایک دن انہوں نے پانچ گھنٹے دعا میں خرچ کئے۔ فرماتے تھے۔ میں نے کہا۔ دعاؤں کے گھنٹے تو قیمت نہیں رکھتے۔ قیمت تو اس دعا کی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور کی جاتی ہے۔ پس دیکھنا یہ چاہیئے۔ کہ وہ دعا کیا تھی اور کس اخلاص سے کی گئی تھی۔ تم مجھے یہ بتاؤ۔ کہ انہوں نے کیا کیا دعائیں کی تھیں۔ تا مجھے معلوم ہو۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کس قسم کا واسطہ اور تعلق رکھتے ہیں۔

فرماتے۔ وہ تو کچھ نہ بتا سکا۔ لیکن میں نے اسے بتایا۔ کہ ہمارے ہاں

ایک دعاء

ہے۔ انہوں نے تو نہ معلوم کیا کیا مانگا ہوگا۔ مگر ہماری وہ دعا ایسی ہے۔ جو ایک منٹ میں ادا ہو سکتی ہے۔ تم غور کر کے دیکھو۔ کہ کیا کوئی گھنٹے کی دعا اس ایک منٹ کی دعا کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ فرماتے۔ تب میں نے اسے سورۃ فاتحہ لکھ کر دی۔ اس کا ترجمہ اسے سکھایا۔ اور اس کا مطلب اچھی طرح بتا دیا۔

چند دن ہوئے میں

ایک جرمن مصنف

کی کتاب پڑھ رہا تھا۔ وہ شخص علوم اسلامیہ کا بہترین ماہر سمجھا جاتا ہے۔ اور مستشرقی لوگ یعنی مشرقی علوم کی دریافت اور تحقیق و تجسس کرنے والے اسے اپنا سردار سمجھتے ہیں۔ اس کے نام کا میں صحیح تلفظ تو نہیں جانتا۔ کیونکہ وہ جرمنی لفظ ہے۔ غالباً نولڈگ یا نولڈ اس کا نام ہے۔ اپنی کتاب میں اس نے قرآن کریم کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور

قرآن مجید کے ذکر میں

اس نے سورۃ فاتحہ کو لیا ہے۔ اور اس کے متعلق جو بات لکھی ہے۔ اُس کا ایک حصہ تو ہر مسلمان کے دل کو خوشی اور مسرت سے بھر دیتا ہے مگر اس کا دوسرا حصہ دل کو غم اور الم سے پر کر دیتا ہے۔

وہ ایک ہی فقرہ جسکا آدھا حصہ مسلمان کے دل کو خوشی سے اور دوسرا آدھا حصہ غم سے بھر دیتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ قرآن اس نہایت ہی خوبصورت چھوٹی اور قیمتی دعا سے شروع ہوتا ہے جس کو مسلمان ہر روز بلاناغہ اور متواتر پڑھنے کی وجہ سے اس کی تاثیر سے متاثر ہونے سے بالکل محروم رہ گئے ہیں۔ اس کا

پہلا فقرہ

ایک عالم عیسائی کے مونہہ سے کتنی زبردست تعریف ہے۔ کہ قرآن مجید کی ابتداء میں ایک چھوٹی مگر نہایت ہی خوبصورت اور قیمتی دعا سے ہوتی ہے۔ لیکن اس کا

دوسرا حصہ

کہ جس کو مسلمان بوجہ روزانہ پڑھنے کے اس کی خوبصورتی دیکھنے کی قوت کھو بیٹھے۔ اور ان کی بینائی جاتی رہی۔ اور ان کی نگاہ سے اس کی خوبیاں اوجھل ہو گئیں۔ نہایت ہی درد اور

رنج کے جذبات

پیدا کرنے والا ہے۔

ایک عیسائی اور پکا عیسائی اگر ایک طرف اس

دعاء کی خوبصورتی

کا اعلان کرتا ہے۔ تو دوسری طرف مسلمانوں کی نابینائی پر افسوس بھی کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ اتنی

خوبصورت چیز

ان کی نگاہ سے اوجھل ہو گئی۔ گویا اس ایک ہی فقرہ میں جہاں وہ مسلمانوں کی عدم توجہ کا شکوہ کرتا ہے۔ وہاں وہ اسلام پر بھی اعتراض کر جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ

سورۃ فاتحہ

کو کثرت سے پڑھنا قرار دیتا ہے۔ کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ کم از کم بیس ۲۰ دفعہ مسلمان اس سورۃ کو دن رات میں پڑھتے ہیں۔ اس لئے کہ اس نے اپنے حساب میں فرائض اور واجب نمازوں کو شامل کیا ہے۔ اور اس طرح بیس ۲۰ ہی تعداد بنتی ہے۔ کیونکہ صبح کے ۲ فرض ظہر کے چار ۴ عصر کے چار ۴ مغرب کے تین ۳ عشاء کے چار ۴ اور تین ۳ وتر۔ گویا بیس ۲۰ دفعہ اس حساب سے سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ کہ چونکہ کم سے کم بیس ۲۰ دفعہ مسلمان دن رات میں اس سورت کو پڑھتے ہیں۔ اس لئے کثرت سے پڑھنے کی وجہ سے اس کی خوبصورتی ان کی

نظر سے اوجھل

ہو گئی۔ اور اس کے فوائد سے متمتع ہونے کا خیال ان کے دل سے نکل گیا ہے۔ مگر جس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ دعا مسلمانوں کے لئے مقرر کی تھی۔ اور جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی سنت سے نمازوں میں پڑھا جانا ضروری قرار دیا تھا کیا اس وقت خدا تعالیٰ کا یہ منشاء تھا۔ کہ ہم اسے

کثرت کے ساتھ

پڑھنے کی وجہ سے اس کی خوبصورتی سے غافل ہو جائیں۔ یا کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ منشاء تھا۔ کہ اس طریق سے

مسلمانوں کا دل

اس سورت کی طرف مائل نہ رہے۔ اور جس طرح کبھی کسی چیز کو دیکھ کر شوق پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح اس کی طرف شوق پیدا نہ ہو۔ یقیناً

اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء

نہیں تھا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی یہ منشاء نہ تھا بلکہ خدا تعالیٰ یہ چاہتا تھا۔ کہ میں اس

دعا کے ذریعے

اپنی نماز کا ایک حصہ بندوں کو دیدوں ؛

پس

نماز کیا ہے؟

اظہار عبودیت کا نام ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی تحمید بیان کرنے کا نام ہے لیکن باوجود اس کے کہ نماز اظہار عبودیت اور اللہ تعالےٰ کی تسبیح و تحمید کرنے کا نام ہے۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس

نماز کا ایک حصہ

ہمیں دے دیا۔ اور ایک حصہ اپنے لئے رکھا۔ ہمیں ایک حصہ اس لئے دیا۔ تا ہم اس میں اپنے اخلاق پر نگاہ دوڑائیں۔ اپنے فرائض پر غور کریں۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور اپنی درخواستیں اور ضرورتیں پیش کر کے اس کے نتیجہ میں مختلف قسم کی

مصیبتوں اور تکلیفوں

سے بچ سکیں ؛

جس وقت ہم

اللہ اکبرؐ

کہہ کر نماز شروع کرتے ہیں۔ اس وقت سے لے کر سلام پھیرنے تک سارا وقت ہم نے اللہ تعالےٰ کو دیا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے نہایت

شفقت اور محبت

سے کام لے کر اس نماز کا ایک حصہ اور معتد بہ حصہ اپنے بندوں کے لئے وقف کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ گو یہ وقت ہے تو میرے ہی لئے۔ مگر میں اس کا ایک بہت بڑا حصہ اپنے بندوں کے لئے وقف کر دیتا ہوں ؛

وہ بندہ جو سارا دن

دنیا کے کاموں میں

لگا رہتا ہے۔ کوئی اپنی ملازمت کر رہا ہوتا ہے۔ اور کوئی تجارت۔ کوئی زراعت کا کام کر رہا ہوتا ہے۔ اور کوئی دوسرا کام۔ وہ اپنا وقت اور تھوڑا سا وقت لیکر

اللہ تعالیٰ کے حضور

آیا۔ اس لئے کہ تا وہ اس تھوڑے سے وقت میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کی اس قربانی کو دیکھا اور اسے قبول فرمایا۔ مگر ساتھ ہی کہا۔ کہ ہم اس تھوڑے سے وقت کا بھی ایک حصہ تمہیں دے دیتے ہیں ؛

پس اللہ تعالےٰ نے اس

وقتی قربانی

کا بھی ایک بڑا حصہ اپنے بندوں کو واپس کر دیا۔ کیونکہ جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین تو اس وقت ہم خدا تعالیٰ کی تسبیح و تحمید نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی بھلائی اور بہتری کی دعائیں کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت اور فضل سے یہ دعا مسلمانوں کو ان کی

روحانی ترقیات کے لئے

سکھائی۔ واقعہ میں مسلمان اس دعا سے اس قدر غافل ہیں کہ اگر آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ آتے اور آج

آپ کے ذریعہ

اس کے معارف دنیا پر نہ کھولے جاتے تو شاید یہ سورت

سب سے کم درجہ کی

سمجھی جاتی ؛

میں اس

عیسائی مصنف

کی اس سمجھ اور عقل پر عش عش کر اٹھتا ہوں۔ کہ اس نے باوجود عیسائی ہونے کے۔ باوجود اسلام سے کوئی

حقیقی تعلق

نہ رکھنے کے اس سورت کی تاثیر اور اس کے فوائد کا اقرار کیا۔ مگر نہ اس لئے کہ اس کی خوبصورتی کا اظہار کرے۔ بلکہ اس لئے کہ مسلمانوں کی اس بے اعتنائی کا رونا روئے۔ اس کے مقابلہ میں مسلمان کم از کم بیس دفعہ اپنی

فرض نمازوں میں

اسے دہراتے ہیں۔ مگر بجائے اس کے کہ انہوں نے کبھی اس کے مطالب پر بھی غور کیا ہو وہ

طوطے کی طرح رٹنا

شروع کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ الحمد للہ۔ بلکہ اس سے بھی پہلے کہتے ہیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ خدا کا نام لے کر ہم اس کام کو شروع کرتے ہیں ؛

لیکن کتنے کام ہیں۔ جو واقعہ میں ہم

خدا کے نام سے

شروع کرتے ہیں۔ کتنے کاموں کی ابتداء میں ہماری نگاہ اللہ تعالےٰ پر ہوتی ہے۔ اور کتنے کاموں کے شروع میں ہمارے اندر

اخلاص اور محبت الٰہی

بھری ہوئی ہوتی ہے۔

ہم کہتے تو یہ ہیں۔ کہ

خدا کا نام لے کر

ہم یہ کام شروع کرتے ہیں۔ اور ممکن ہے بہت سے لوگ جب کھانا ان کے سامنے آتا ہو۔ تو وہ بسم اللہ کہہ کر اسے شروع کرتے ہوں۔ لیکن کتنے کہہ سکتے ہیں۔ کہ واقعہ میں ان کا کھانا بسم اللہ سے شروع ہوتا ہے۔ بہت کثرت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کا کھانا بسم اللہ سے شروع نہیں ہوتا۔ بلکہ بسم اللہ کہنے سے بہت پہلے سے شروع ہو جاتا ہے۔ جس وقت انہیں بھوک لگتی ہے۔ جس وقت نرم نرم چپاتیوں اور سالن کا خیال ان کے دل میں آتا ہے کیا اس وقت بھی انہیں

اللہ تعالیٰ کا خیال

آتا ہے۔ کیا جس وقت وہ اپنی ماؤں یا بہنوں یا بیٹیوں یا بیویوں سے کہتے ہیں۔ کہ لاؤ کھانا۔ کیا اس وقت بھی انہیں بسم اللہ یاد آتی ہے۔ پھر کیا جس وقت کھانا سامنے آتا ہے۔ اور اسے دیکھ کر بعض لوگوں کے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ کیا اس وقت ان کے مونہہ سے بسم اللہ نکلتی ہے۔ آدھا کھانا تو بسم اللہ کہنے سے پہلے ہی کھا لیا جاتا ہے پھر درمیان میں بسم اللہ کہنے سے کیا فائدہ۔

بسم اللہ میں تو ہم یہ اقرار کرتے ہیں۔ کہ ہمارا

ہر فعل اور ہر کام

اللہ تعالےٰ کے لئے اور اس کے نام کے ساتھ ہوگا۔ پس جب تک بسم اللہ ہماری زبانوں پر ہی نہیں۔ بلکہ دماغوں اور دلوں پر بھی حاوی نہیں ہوتی۔ اس وقت تک ہم اس

اقرار کو پورا کرنے والے

نہیں ٹھہرتے۔ ہاں اگر ہمارے ارادوں اور ہماری خواہشوں پر ہمارے دلوں اور ہمارے دماغوں پر بسم اللہ غالب آجائے۔ تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ واقعہ میں ہم اپنا ہر کام بسم اللہ سے شروع کرتے ہیں۔ ورنہ اگر ہم ایسا نہیں کرتے۔ تو

بسم اللہ کی حقیقت

کو نظر انداز کرتے ہیں۔

رسول کریمؐ نے فرمایا ہے۔ کہ کپڑا پہننے سے پہلے یا کوئی بھی کام کرنا ہو۔ تو پہلے بسم اللہ کہہ لو۔ مگر دنیا میں کوئی ایسا کام نہیں جس کے لئے ایک عرصہ سے پہلے کوشش شروع نہیں کی جاتی۔ ہم جس وقت اپنے کپڑوں کو میلا دیکھتے ہیں۔ دراصل اسی وقت سے ہمیں اپنے کپڑوں کے بدلنے کا خیال آتا ہے۔ یا جن لوگوں نے کپڑے بدلنے کی باریاں اور تاریخیں مقرر کی ہوتی ہیں۔ وہ بھی اس تاریخ کے آنے سے کئی گھنٹے قبل یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم نے فلاں وقت کپڑے بدلنے ہیں۔ پس دراصل ہم کئی گھنٹے سے کپڑے بدل رہے ہوتے ہیں۔ یہ نہیں۔ کہ جس وقت کپڑے بدلنا شروع کرتے ہیں۔ اسی وقت بدلتے ہیں۔ پس

ہماری نیت

کئی گھنٹے سے تھی اور اس وجہ سے ہمارا وہ کام جس پر بسم اللہ کہنی تھی کئی گھنٹے پہلے سے شروع ہو گیا تھا ؛

یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص مسجد میں باجماعت نماز کی انتظار میں رہتا ہے وہ دراصل نماز میں ہی ہوتا ہے۔ پس جس وقت سے ہم کسی سفر کا خیال کرتے ہیں یا جس وقت سے ہم کسی کی ملاقات کا خیال کرتے ہیں یا جس وقت سے کسی مکان بنانے کا تہیہ کرتے ہیں یا جس وقت سے کھانا کھانے کا ارادہ کرتے ہیں یا جس وقت سے اپنے کپڑے بنانے یا پہننے کا خیال کرتے ہیں یا جس وقت سے ہم اپنی بیوی اور بچوں کی پرورش کا خیال کرتے ہیں یا جس وقت سے ہم نکاح کا ارادہ یا خیال کرتے ہیں اگر اس وقت ہم بسم اللہ نہیں کہتے اور اگر اسی وقت سے ہم اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی توجہ نہیں رکھتے تو درحقیقت ہم بسم اللہ کے فرائض کو قطعاً ادا نہیں کرتے۔

پھر ہم

نماز میں کھڑے ہو کر

کہتے ہیں الحمد للہ رب العلمین مگر کتنے ہم میں سے ہیں جو اس وقت دل سے الحمد للہ رب العلمین کہہ رہے ہوتے ہیں اور کتنے ہم میں سے ہیں جو فی الواقع یہ سمجھتے اور یقین رکھتے ہیں کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں۔ تم اپنے سب کاموں اور معاملات پر غور کرو

تو نہ صرف تم بعض اوقات اپنے اندر

اللہ تعالیٰ کی حمد

کا مادہ نہیں پاؤ گے۔ بلکہ بعض دفعہ اپنی ناسمجھی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ظالم قرار دے رہے ہو گے۔ نہ صرف وہ لوگ جن کو ظاہری صحت اور دولت نہیں ملی بلکہ وہ لوگ بھی جن کو صحت اور دولت ملی ہوتی ہے وہ بھی عام طور پر اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کرتے۔ تم کسی غریب کے پاس چلے جاؤ۔ وہ یہی کہتا سنائی دے گا کہ میں

بڑی مصیبت

میں ہوں فاقے ہی فاقے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیشک نعمتیں پیدا کی ہیں مگر میرے لئے نہیں۔ پس جس شخص کا دل یہ محسوس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے نعمتیں پیدا نہیں کیں۔ یا پیدا تو کیں مگر ان نعمتوں کے چھیننے والے بھی مقرر کر دئے۔ تو وہ کس مونہہ سے کہہ سکتا ہے کہ الحمد للہ رب العالمین۔ وہ اگر ایسا کہیگا اور اس کی

قلبی کیفیت

اس کے خلاف کہہ رہی ہوگی۔ تو وہ یقیناً جھوٹا اور منافق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تو اس قدر غیرت رکھتا ہے کہ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ بعض منافق لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے اور قسم کھا کر کہتے کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو تو واقعی اللہ کا رسول ہے مگر یہ منافق جو زبان سے تجھے اللہ کا رسول کہہ رہے ہیں اپنے اس دعویٰ میں بالکل جھوٹے ہیں کیونکہ ان کے دل تجھے رسول نہیں مانتے۔ وہ خدا جو اپنے رسول کے لئے اس قدر غیرت رکھتا ہے کہ

رسالت کا جھوٹا اقرار

منافق لوگوں کے منہ پر مارتا ہے اور جو خدا اپنے بندہ کی خاطر اس قدر غیرت دکھلاتا ہے کیا وہ اپنی خاطر غیرت نہیں دکھلائے گا۔ اور کیا کسی کا اس رنگ میں الحمد للہ رب العالمین کہنا اس کے حضور مقبول ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بھلا غور تو کرو ایک وقت ہماری کافی تعداد خدا تعالیٰ کے حضور کھڑی ہو کر کہتی ہے۔ کہ اے خدا تو ہمارا بڑا ہی محسن ہے ہمارا بھی اور ہمارے باپ دادوں کا بھی ہماری نسلوں اور ہمارے دوستوں اور ہمارے ہمعصروں کا بھی۔ تو حیوانات کا بھی محسن ہے اور نباتات کا بھی جمادات کا بھی محسن ہے۔ اور زمین و آسمان۔ فرشتوں اور جنات۔ مخفی اور ظاہر غرض ہر چھوٹی اور بڑی چیز پر تیرے احسانات ہیں اور تو ہی سب کا پالنے والا اور ان کی پرورش کرنے والا ہے۔ لیکن جب ہم نماز پڑھ کر اٹھیں۔ اور ہماری زبانوں پر یہ ہوتے ہیں

بڑا دکھ

ہے مصیبت ہی مصیبت ہے۔ راحت کا کوئی سامان نہیں۔ تو کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ہماری یہ نماز مقبول ہوگی اور کون کہہ سکتا ہے کہ ہم الحمد للہ رب العالمین کی آیت کی خوبصورتی کے قائل ہیں۔

اس موقعہ پر بھی مجھے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا

ایک واقعہ

یاد آیا آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرا ایک لڑکا تھا (ان کی پہلی بیوی سے اولاد فوت ہو جایا کرتی تھی پھر دوسری شادی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے کرائی) فرماتے وہ لڑکا جب جوانی کے قریب پہنچا تو مجھے امید ہوئی کہ آئندہ زمانہ میں میرا نام قائم رکھنے والا بھی خدا نے پیدا کر دیا ہے وہ بارہ تیرہ برس کا ہو گیا ایک دن جب میں دربار سے آیا (اس وقت آپ جموں میں ملازم تھے) تو لڑکے نے کہا مجھے ایک گھوڑا منگوا دیں۔ میں اس پر سواری سیکھوں گا۔ فرماتے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی اور میرا دل مسرت سے بھر گیا کہ اب میرا بچہ گھوڑے پر سواری کرنے کے قابل ہو گیا ہے آپ فرماتے میں باہر آیا اور ایک شخص کو ہدایت دینے لگا کہ ایسا ایسا گھوڑا خرید کر دو۔ کہ اتنے میں گھر سے رونے کی آواز آئی۔ میں نے جلدی سے دریافت کیا کہ کیا ہوا تو کسی نے کہا کہ آپ کا بچہ فوت ہو گیا ہے غالباً اسے کوئی دوائی دی گئی جس سے ہیضہ ہو گیا اور وہ مر گیا۔ فرماتے تھے اس

اچانک حادثہ

کا میری طبیعت پر نہایت ہی گہرا اثر ہوا اور اس صدمہ کی وجہ سے کچھ انقباض سا ہو گیا۔ اسی اثناء میں مغرب کا وقت آ گیا اور میں نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہوا میں نے اللہ اکبر کہہ کر جب نماز شروع کی تو میرے مونہہ سے الحمد للہ نہ نکلے۔ بہت دیر ہو گئی مگر میں نے قرأت نہ شروع کی۔ مقتدی خیال کرتے ہوں گے کہ شاید میں بھول گیا ہوں۔ اور خیال نہیں رہا کہ یہ بلند آواز سے قرأت پڑھنے والی نماز ہے۔ بہت دیر ہو گئی۔ مگر میرے منہ سے الحمد للہ نہ نکلی۔ میرے دل میں ایک لڑائی شروع تھی۔ میں اس بات کے متعلق ایک دلیل دیتا۔ کہ مجھے الحمد للہ کہنی چاہیئے مگر پھر خیال آتا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر کیسے کروں میرا دل تو غمگین ہے۔ فرماتے تھے جب بہت دیر ہو گئی تو معاً مجھے خیال آیا۔ کہ لوگ آخر اسی لئے

بچے کی خواہش

کرتے ہیں کہ وہ بڑا ہو کر اچھے کام کرے گا اور اس طرح ماں باپ کا نام بلند ہوگا۔ لوگ دعائیں کریں گے۔ مگر کیا کوئی اس امر کا ذمہ وار ہو سکتا ہے۔ کہ اس کی اولاد نیک ہوگی۔ ممکن ہے ایک شخص کا بچہ بڑا ہو کر چور بن جائے۔ ممکن ہے ڈاکو بن جائے ممکن ہے لوگوں کے حقوق تلف کرنے والا بن جائے اور لوگ بد دعائیں دیں۔ کہ یہ تو بڑا ہی خبیث ہے اس کا باپ بھی ایسا ہی ہوگا۔ جب یہ بھی امکان ہے اور اصل علم غیب اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اور وہی خوب جانتا ہے کہ بچہ بڑا ہو کر کیا ہوگا تو وہ جو کچھ بھی کرے۔ بہر حال ہمارے لئے وہی مفید ہے اور اس نے ضرور ہمارے لئے کسی بہتری کو مد نظر رکھا ہوگا۔

فرماتے جب مجھے یہ خیال آیا تو میرے دل میں ایک

غیر معمولی بشاشت

پیدا ہو گئی اور میں نے نہایت بلند آواز سے کہا

الحمد للہ رب العالمین

مگر مصیبت تو یہ ہے کہ مصیبتوں والے ہی نہیں

نعمتوں والے

بھی کہتے ہیں کہ ہم مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اگر کوئی غریب ہے تو وہ کہے گا۔ مجھے تو خدا نے کچھ دیا ہی نہیں اور اگر کوئی امیر ہے اور اپنی تجارت یا کسی دوسرے کام میں [illegible]

تو وہ یہ کہتا سنائی دے گا کہ مجھے تو مرنے کی بھی فرصت نہیں تم مجھے نماز کے لئے کیا کہتے ہو۔ اسی طرح جن کے ہاں اولاد نہیں ہوتی وہ کہتا ہے خدا نے مجھے کیا دیا۔ اور جو اولاد والے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہر وقت بچوں کا ہی فکر لگا رہتا ہے۔ کم بختوں کو پالنا بھی بڑی مصیبت ہے۔ پھر ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں۔ کہ جس وقت تک انہیں کوئی رتبہ نہیں ملتا۔ اس وقت تک یہ شکوہ کرتے ہیں کہ ہمیں بڑا درجہ نہیں ملا۔ اور جب درجہ مل جاتا ہے تو یہ شکایت ہوتی ہے کہ لوگ ہر وقت چمٹے رہتے ہیں اور وہ اپنی ضروریات ہم سے پورا کرانا چاہتے ہیں

غرض

اللہ تعالےٰ کی نعمتیں

جو اس نے انسانوں کو دیں۔ مخفی ہوں یا ظاہری ساری کی ساری ایسی ہیں یا ان میں سے اکثر حصہ ایسا ہے جو عام انسانوں کی نظر سے پوشیدہ رہتا ہے اور وہ جو زبان سے الحمد للہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ وہ اس وقت تو نہیں مگر آگے پیچھے یہی کہتے سنائی دیں گے کہ ہم سے تو خدا نے کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔

پھر جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے الرحمٰن۔ یہ تمام چیزیں جو مجھے ملی ہیں بغیر میری محنت اور کوشش کے ملی ہیں مگر کتنے ہم میں سے یقین رکھتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں انہیں بغیر محنت اور کاوش کے محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی

صفت رحمانیت کے ماتحت

ملی ہیں۔ وہ نماز میں تو کہتے ہیں کہ الرحمٰن خدا نے بغیر ہماری محنت اور کوشش کے ہمیں یہ نعمتیں دیں۔ لیکن جب خدا کی راہ میں اموال خرچ کرنے کا سوال آتا ہے۔ تو اس وقت یہ عذر ہوتا ہے۔ کہ ہم نے یہ اپنی محنت سے کمایا۔ پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ جسے ہم نے اپنی محنت سے کمایا جس کے حصول کے لئے رات اور دن ایک کر دیا وہ اب دیدیں۔ کیا یہ لطیفہ نہیں کہ نماز میں تو روزانہ کم از کم بیس مرتبہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں بغیر میری محنت کے دیں لیکن جس وقت ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال قربان کرنے کا سوال آتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کماؤں میں اور کھائیں دوسرے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کو رحمٰن کہنے کے معنے ہی یہ ہیں کہ وہ بغیر محنت کے دیتا ہے۔ پس جب وہ بغیر محنت کے دیتا ہے تو وہ مال انسان کی کمائی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور اسی کا احسان ہے۔

پھر انسان نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے الرحیم خدا وہ ہے جو انسانی محنتوں کا

اعلیٰ سے اعلیٰ بدلہ

دیتا ہے۔ مگر کتنے ہیں جو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے کے لئے تیار رہتے ہوں اور وہ یہ یقین رکھتے ہوں۔ کہ ہم اگر قربانی کریں گے تو خدا چونکہ رحیم ہے اس لئے ہمیں بھی وہ بہتر سے بہتر بدلہ دیگا۔ اور

ہماری قربانی

ضائع نہیں ہوگی۔ دنیا میں ایسے لوگ کتنے ہیں۔ جو یہ یقین رکھتے ہوں کہ خدا کے راستہ میں ایک روپیہ دیکر ہمیں اٹھنی واپس ملے گی۔ وہ مونہہ سے تو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ رحیم ہے وہ زبان سے تو اقرار کرتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اس کی رضاء اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مال دیتے ہیں انہیں اس کے معاوضہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے انعامات دیتا ہے اور اتنے بڑے درجات دیتا ہے جو انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتے مگر کتنے ہیں جو قربانی کرتے وقت اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہیں اور فی الواقع اللہ تعالیٰ کو ایسا ہی سمجھ کر جان و مال قربان کر دینا آسان سمجھتے ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ

جوش سے قربانی

بھی کرتے ہیں مگر چار دن کے بعد ان میں سے کئی لوگ یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ قربانی کرکے ہمارا نقصان ہی ہوا۔ پس وہ کہاں اللہ تعالیٰ کے الرحیم ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔

پھر نماز میں کھڑے ہو کر کہتے ہیں۔ مالک یوم الدین خدا

جزا و سزا کے دن کا مالک

ہے مگر ہم میں سے کتنے ہیں جو جزا و سزا کو خدا تعالیٰ کے اختیار میں سمجھتے ہیں۔ کیا ہزاروں مسلمان ایسے نہیں جو رات دن اپنے محلہ کے لوگوں کو مالک یوم الدین سمجھتے ہیں یا اپنی قوم کو مالک یوم الدین سمجھتے ہیں یا اپنے افسر کو مالک یوم الدین سمجھتے ہیں یا بیوی اور بچوں کو مالک یوم الدین سمجھتے ہیں کیونکہ وہ بہت سی نیکیوں سے اس لئے محروم رہ جاتے ہیں۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ فلاں کام کے کرنے سے ہمارے محلہ کے لوگ ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔ یا ہماری قوم کے لوگ ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔ یا ہمارے خاندان کے لوگ ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔ پھر یہاں تک حالت گر جاتی ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں اگر ہم نے یہ کام کیا۔ تو ہماری بیوی اور بچے ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔ جب یہ

دائیں اور بائیں بت

ہیں۔ جب آگے اور پیچھے بت ہیں۔ تو خدا مالک یوم الدین کیونکر رہا اور خدا کی مالکیت کا وقت کونسا ہوا۔ خدا تو جب مالک ہوگا اکیلا مالک ہوگا۔ اس نے تو کہہ دیا ہے۔ میری تمام صفات

توحید پر مبنی

ہیں۔ میں تمہاری غلامی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ صرف میری ہی غلامی کرو۔ اور میں تمہاری قربانی بھی قبول کرنے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ تم صرف میرے لئے ہی قربانی کرو۔ میں تمہاری عبادت بھی قبول کرنے کیلئے تیار ہوں بشرطیکہ تم صرف میری ہی اطاعت کرو۔ خدا یہ پسند نہیں فرماتا کہ اس کی عبادت یا اس کی غلامی یا اس کی ملکیت میں کوئی دوسرا بھی شریک ہو جس وقت کوئی دوسرا حصہ دار بنایا گیا۔ خدا تعالیٰ فوراً ہٹ گیا پھر وہ لوگ جو

خدا کے شریک

ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں اگر ہم نے دین کی فلاں بات مانی تو ہمارے محلے کے لوگ ناراض ہو جائیں گے یا قوم کے لوگ ناراض ہو جائیں گے یا ہمارا افسر ناراض ہو جائیگا۔ یا ہمارے دوست اور عزیز ناراض ہو جائیں گے وہ اپنے عمل سے اپنے محلہ داروں کو اپنی قوم کے لوگوں کو اپنے افسروں کو اپنے دوستوں اور عزیزوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں مگر تعجب ہے باوجود اس کے وہ مونہہ ہاتھ دھو کر نماز کے لئے کھڑے ہوتے اور بڑے مزے سے خدا کو کہتے ہیں مالک یوم الدین اس عبادت کا کیا فائدہ اور روزانہ کم از کم بیس مرتبہ اس جھوٹے اقرار کا کیا مطلب۔

اس سے زیادہ

دکھ کا موجب

اور کیا ہوگا کہ ایک سچی کیفیت تو سورۂ فاتحہ پر نظر دوڑاتا ہے اور بے اختیار یہ تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ یہ چھوٹی مگر نہایت ہی خوبصورت اور قیمتی دعا ہے پھر جب مسلمانوں کے دلوں پر نگاہ ڈالتا ہے تو ڈر کر پیچھے ہٹتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ اتنے

تاریک دل

بھی کہیں ہوں گے۔ کم از کم بیس دفعہ ایک لیمپ ایک جگہ روشن کیا جاتا ہے مگر پھر بھی وہاں تاریکی رہتی ہے۔ کم از کم بیس مرتبہ ایک قیمتی دعا ان کے سامنے آتی ہے اور وہ پھر بھی اس کے فوائد سے ناآشنا رہتے ہیں۔

کتنے افسوس اور رنج کی بات ہے کہ مسلمان ایسی

قیمتی دعا

سے غافل ہو گئے اور ایک عیسائی کو کہنا پڑا کہ مسلمانوں نے اس خوبصورت مگر قیمتی دعا سے منہ پھیر لیا ہے

ایک تازیانہ

ہے۔ جو مسلمانوں کے جگانے کے لئے ہے اور گو بظاہر معمولی الفاظ ہیں مگر ان میں بہت بڑی زجر اور توبیخ پائی جاتی ہے۔ یا اس مسلمان کے لئے مر جانے کا مقام ہے۔ جسے

سورۂ فاتحہ کی خوبصورتی

نظر نہیں آتی۔ مگر ایک عیسائی مصنف کو دکھائی دیتی ہے

پھر وہ افسوس کرتا ہے۔ کہ وہ چیز جو اتنی خوبصورت ہے اسکو مسلمانوں نے کیونکر غفلت اختیار کرلی مگر دوسروں کا گلہ جانے دو۔ انہوں نے تو اور بہت سی باتوں میں اللہ تعالیٰ کی ناقدری کی۔ تم جو اس ماموریت کی ا[illegible]

(بقیہ صفحہ ۴)

بھی جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ایک بچہ اٹھایا گیا تھا۔ جسے اتفاقاً ایک احمدی نے دیکھ لیا۔ اور پکڑ کر لے جانے والا اسے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ گم ہونے والے بچہ کے متعلق اشتہار بھی شائع کیا گیا ہے۔ اور اس میں انعام بھی مقرر کیا گیا ہے۔ مگر ایسی حالت میں کوئی مومن انعام کی پروا نہیں کر سکتا۔ امرتسر کے دوست اگر اس بچہ کے تلاش کرنے میں مدد کر سکیں۔ تو میں ان کا بہت ممنون ہونگا۔ بعض لوگ پولیس کے محکمہ میں ملازم ہیں۔ وہ مدد کر سکیں۔ تو ان کے لئے یہ بہترین ثواب کا کام ہوگا۔

اس سلسلہ میں دوستوں کو میں جو نصیحت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔ کہ جہاں بھی وہ دیکھیں۔ کوئی اجنبی بچہ رو رہا ہے۔ اور جو اسے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ نہیں جاتا۔ فوراً اس موقعہ پر دخل دیں۔ خواہ کسی مذہب اور کسی قوم کا وہ بچہ ہو۔ اور اسے ساتھ لے جانے والا خواہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ یہ ایسی گندی شرارت ہے کہ ایمان تو الگ رہا اس کا ارتکاب کرنے والا انسان بھی نہیں کہلا سکتا۔ پس مجرم خواہ کوئی ہو۔ مسلمان ہو۔ سکھ ہو۔ عیسائی ہو۔ ہندو ہو۔ اس کی گرفتاری میں قطعاً پس و پیش نہیں ہونی چاہیئے۔ جہاں کوئی بچہ رو رہا ہو۔ اور معلوم ہو۔ کہ اسے اپنے ساتھ مانوس کرنے اور ساتھ لے جانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ وہاں فوراً پوچھ لینا چاہیئے۔ کہ کیا بات ہے۔ پھر خواہ بچہ کے ساتھ اس کا باپ ہی ہو پوچھنے سے کوئی حرج نہیں ہوگا۔ مگر بسا اوقات معلوم ہو جائیگا کہ ساتھ لے جانے والا اجنبی تھا۔ اسی طرح عورتوں کے متعلق خیال رکھنا چاہیئے۔ بہت لوگ پوچھا کرتے ہیں۔ کہ انہیں ثواب حاصل کرنے کا کوئی کام بتایا جائے۔ میں ان کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ یہ بہترین کام ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو سزا دلا سکیں۔ یا دے سکیں۔

انتظاماتِ جلسہ کے معائنہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح کی دعا

۲۵ دسمبر ۱۱ بجے دن کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے متعلق اندرون و بیرون قصبہ تمام انتظامات جلسہ کا معائنہ فرمایا۔ اور جب حضور جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ تو حضور کے ارشاد کے ماتحت تمام کارکنوں کو جمع کیا گیا۔ اور حضور نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ چونکہ ہمارا جلسہ سالانہ انشاء اللہ کل سے شروع ہونے والا ہے۔ اور آپ سب صاحبان جو قادیان کے ہیں۔ یا باہر کے۔ کام کا بوجھ ہوگا۔ اس لئے میرا منشا ہے۔ ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ کہ وہ ہمیں اپنے فرائض بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ایسے رنگ میں کام کرنے کی توفیق دے۔ کہ اگر ایک طرف ہم اپنے فرائض سے سبکدوش ہوں۔ تو دوسری طرف مہمانوں کو بھی کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے اتنے بڑے اجتماع کے موقعہ پر جو مہمان آتے ہیں۔ ان کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے۔ کہ ہماری

آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس دہلی میں

جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کا خطبہ صدارت

آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس ۲۶ دسمبر مسجد فتحپوری کے جیون بخش ہال میں زیر صدارت جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب منعقد ہونا قرار پایا تھا۔ لیکن کئی دن سے احراریوں اور جمعیۃ العلماء والوں نے عوام اور جہلاء میں جناب صدر کے خلاف اشتعال دلانے اور مسلم لیگ کے جلسہ میں روک ڈالنے میں اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں آخر ۲۶ دسمبر احراریوں نے مسجد فتحپوری میں پہنچ کر جیون بخش ہال پر قبضہ کر لیا۔ اس وجہ سے خانصاحب نواب علی صاحب کی کوٹھی واقعہ کیننگ روڈ نیو دہلی میں اجلاس منعقد کیا گیا۔ قریباً ایک سو مندوبین شریک جلسہ ہوئے۔ خانصاحب ایس ایم عبد اللہ صدر مجلس استقبالیہ کے خطبہ کے بعد سر مولوی محمد یعقوب صاحب سکرٹری لیگ نے حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔ کہ لیگ کے سالانہ اجلاس کا صدر منتخب کرنے کے اختیارات لیگ کونسل کو حاصل ہیں۔ جس نے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو اس اجلاس کی صدارت کے لئے باقاعدہ طور پر منتخب کیا ہے۔ آپ نے جناب چوہدری صاحب سے فرائض صدارت ادا کرنے کی درخواست کی۔ اور چوہدری صاحب کرسی صدارت پر بیٹھ گئے۔

اس موقعہ پر مسٹر ایم۔ یو۔ ایس جنگ (الہ آباد) نے "پوائنٹ آف آرڈر" اٹھاتے ہوئے دریافت کیا۔ کہ آیا ایوان کا کورم پورا ہے اور کیا عوام کو باقاعدہ اطلاع دینے کے بغیر مقام اجلاس تبدیل کرنا جائز اور درست ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے معترض کو یقین دلایا۔ کہ سکرٹری نے اس بات کا یقین کر لیا ہے۔ کہ کورم پورا ہے۔ نیز کارروائی اجلاس کو پر امن طریق پر انجام دینے کے لئے مقام اجلاس کو تبدیل کرنے میں کونسل بالکل حق بجانب ہے۔ آپ نے کہا۔ کہ تمام متعلقین کو مناسب اطلاع دیدی گئی ہے۔ اور محض یہ واقعہ کہ معترض صاحب بھی اس جلسہ میں موجود ہو گئے ہیں۔ اس بیان کی تصدیق کے لئے کافی ہے۔

اس کے بعد چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے خطبہ صدارت پڑھ کر سنایا۔ جس کا اس وقت ابتدائی حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے:-

حضرات!

آپ نے ایک ایسے موقعہ پر جب ہمارے ملک کے سیاسی حالات غیر معمولی طور سے نازک صورت اختیار کر چکے ہیں۔ صدارت لیگ کی دعوت دیکر مجھے ایک ایسا اعزاز بخشا ہے۔ جس کے لئے میں آپ کا بیحد ممنون ہوں۔ یہ ایک ایسا منصب ہے۔ کہ آپ جس مسلمان کو بھی عطا کر دیں گے۔ وہ بجا طور پر اپنی ذات پر فخر کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے۔ کہ اس کی ذات قوم کی نگاہوں میں کہاں تک اعتماد کے قابل ہے۔ میرے دل میں اس اعتماد کی غیر معمولی قدر ہے۔ اور یقین کیجئے۔ کہ میں ان ذمہ داریوں سے بے خبر نہیں۔ جو اس منصب کی قبولیت سے مجھ پر عائد ہوتی ہیں۔ جب میں ان ممتاز ہستیوں کا خیال کرتا ہوں۔ جنہوں نے وقتاً فوقتاً لیگ کی کرسی صدارت کو اپنے وجود سے زینت بخشی ہے۔ تو اس وقت میں اپنی کوتاہیوں کو اور بھی زیادہ محسوس کرنے لگتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ جس وسعت قلبی سے کام لے کر آپ نے مجھے یہ عہدہ عطا کیا ہے۔ میں ہرگز اس کا اہل نہیں تھا۔ بہر کیف میں نے دو باتوں کا خیال کرتے ہوئے لیگ کے اس نہایت ہی اہم اجلاس کی صدارت کی ذمہ داریوں کو قبول کیا ہے۔ اول یہ کہ ہم میں سے ہر شخص کو خدمت قوم کے لئے جس کا وجود ہمارے لئے باعث فخر ہے۔ تیار رہنا چاہیئے۔ ثانیاً مجھے اطمینان تھا۔ کہ اس اجلاس کی صدارت میں مجھ پر جو نہایت ہی اہم اور زبردست فرائض عائد ہوتے ہیں۔ ان کے ادا کرنے میں آپ کا وسیع تعاون ہر حالت میں میرا شریک کار رہے گا۔ یہ جذبات ہیں۔ جن کے ماتحت میں ان مسائل کے متعلق جن پر ہم سب کو عنقریب غور کرنا ہے۔ اپنے حقیر خیالات کو پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ آپ مجھے تھوڑا سا وقت مرحمت کرینگے۔ تاکہ میں ان سوالات کے مختلف پہلوؤں کو آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ اور جن کے اطمینان بخش حل پر صرف ہماری ہی نہیں۔ بلکہ مسلمانان ہند کی آئندہ نسلوں کی سلامتی، سود و بہبود اور عزت و وقعت کا انحصار ہے۔

تمہید

حضرات! ہمارے ملک کے واقعات و حوادث کچھ اس تیزی کے ساتھ رونما ہو رہے ہیں۔ کہ اگر میں یہ کہوں۔ کہ ہم اپنی سیاسی زندگی کے ایک نہایت ہی نازک دور میں سے گزر رہے ہیں تو اسکو محض پابندی رسم پر محمول نہ کیا جائے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم نہایت احتیاط کے ساتھ موجودہ حالات کا جائزہ لیں۔ اور پھر غور و فکر سے کام لیکر مستقبل کے لئے ایک ایسا لائحہ عمل مرتب کریں جس سے ہم اس ملک میں عزت و وقار کی زندگی بسر کر سکیں۔ اور ہمیں اپنے نشوونما و ارتقاء کے لئے وہی مواقع حاصل ہو جائیں۔ جو دوسروں کو میسر ہیں۔ اس طرح ہم ایک آزاد متحدہ اور ذی عزت ہندوستان کے مشترک تمدن میں اپنی طرف سے بھی ایک مخصوص اور قیمتی اضافہ کر سکیں گے گزشتہ دس صدیوں میں اسلام نے اس ملک میں زندگی کے تمام پہلوؤں پر جو احسانات کئے ہیں وہ بجا طور پر ہمارے لئے باعث فخر ہیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ اگر اسلام کے یہ احسانات نہ ہوتے۔ تو آج ہندوستان میں نہ زندگی کے اس قدر آثار نظر آتے نہ اسے اپنی تہذیب شائستگی اور اخلاقی و روحانی اور جمالی پہلوؤں کے اظہار پر اس قدر قدرت حاصل ہوتی۔

ہم نے گزشتہ زمانہ میں اپنی مادر وطن کے لئے جو کچھ کیا ہے۔ اس سے اس امر کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ اگر ہمیں آزادی کے ساتھ موقعہ ملے۔ تو ہم اب اس ملک کے لئے کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ لہذا ہمارا یہ اضطراب سراسر برحق بجانب ہے۔ کہ ان نئے سیاسی حالات میں جن کا عنقریب یہاں آغاز ہونے والا ہے ہم ایسی حیثیت حاصل کر لیں جن کے ماتحت ہمیں اپنی تعمیر و نشوونما۔ اظہار ذات اور خدمت وطن کا پورا پورا موقعہ حاصل ہو۔

حضرات! حب وطن کے جذبہ میں ہم کسی سے پیچھے نہیں اور ہماری یہ زبردست خواہش ہے۔ کہ ہم اپنے مرز بوم کے ساتھ عقیدت و اخلاص کا اظہار کر سکیں۔ مجھے تو دنیا میں اسلام کے سوا کوئی ایسا مذہب یا نظام حیات نظر نہیں آتا جس کے پیرو اپنے دلوں میں حریت و آزادی کی وہی تڑپ رکھتے ہوں جیسی کہ اسلام نے پیدا کی ہے۔ نہ کسی قوم نے مسلمانوں سے بڑھ کر اپنی زندگی اور اپنے اداروں میں حریت و مساوات اور اخوت کے اصولوں کا اظہار کیا ہے۔ لہذا ہمارے ذہن میں اپنے ملک کے مستقبل کے لئے ایک مخصوص مقصد و منتہا اور نصب العین موجود ہے۔ جو ان لوگوں کے مقاصد سے کہیں زیادہ شاندار اور ارفع ہے جن کو زمانہ ماضی میں حریت و مساوات سے وہ بہرہ حاصل نہیں ہوا جو ہم مسلمانوں کو مل چکا ہے۔ سیاسی آزادی کے میدان میں ہمارے سامنے جو آخری تخیل ہے۔ اسکو "درجہ مستعمرات" "ذمہ دار حکومت" یا "مساویانہ شرکت" ایسی محدود اصطلاحوں میں ادا کرنا ناممکن ہے ہم ایک ایسی صورت حالات کا یقیناً تصور کر سکتے ہیں جس میں ان اصطلاحات کا مطلب محض اس قدر سمجھا جائے۔ کہ ان سے مقصود صرف اس تعلق کا اظہار کرنا ہے۔ جو آگے چلکر حکومت ہند اور حکومت برطانیہ کے درمیان قائم ہوگا۔ اور جس کے باوجود اس ملک کی ہر جماعت اور ہر فریق کو لوازم آزادی حاصل ہوں۔ ظاہر ہے۔ کہ جب تک یہ آخری شرط پوری نہ ہو جائے۔ بیرونی اقتدار سے آزادی کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جس جماعت یا جس فریق کے ہاتھوں میں سیاسی اختیارات دیئے جائیں۔ وہ دوسری جماعتوں کے حقوق و اختیارات کو غصب کرنا شروع کر دے۔ ہندوستان کے لئے ایک ایسا دستور حاصل کرنے میں جو اپنی تکمیل کے بعد اوپر کی شرائط کو بحسن وجوہ پورا کر سکے مسلمان ہر شخص کے دوش بدوش چلنے کے لئے تیار ہے۔ بلکہ اگر ضرورت پیش آئے۔ تو اس سے آگے بڑھنے پر بھی آمادہ ہوگا۔

کسی دستور کے لوازم

حضرات! ہم سب لوگ صرف اس آزادی کو ایک نعمت قرار دے سکتے ہیں۔ جس سے محض ان حالات کو جن میں نوع انسانی کی ترقی کا قدم دن بدن آگے بڑھے۔ فروغ ہو۔ مقصود یہ ہے۔ کہ انسان کی کوشش ہمیشہ پر منفعت اور فائدہ بخش شکلیں اختیار کرتی رہے اور فتنہ و فساد کی طرف مائل نہ ہو۔ ضرور ہے۔ کہ ایسی آزادی ایک منظم اور منضبط آزادی ہو۔ اور دستور ہی وہ مجموعہ آئین ہے جس کے ماتحت کسی ملک کی سیاسی آزادی میں نظم و انضباط پیدا ہوتا ہے۔ وسیع معنوں میں ہر دستور کے اندر یہ صلاحیت موجود ہونا چاہیئے۔ کہ جس ملک سے اس کا تعلق ہو۔ وہ اس کے باشندوں کی ہر جماعت کے لئے مساویانہ آزادی کا موقعہ بہم پہنچائے۔ اور بیرونی اثر و مداخلت سے ان کا وجود محفوظ و مصئون رکھے۔ آزادی کی وہ شکل جس کا ہمسایہ ممالک یا بیرونی حملوں سے لٹنے کا ہر وقت خدشہ رہے یا جس کی حفاظت اور دفاع کے لئے ہم کسی دوسری قوم کے محتاج ہوں۔ کسی طرح بھی آزادی کے نام کی مستحق نہیں۔ نہ یہ ممکن ہے۔ کہ اس کے ماتحت کسی قوم کو آزادی کی وہ برکات و فیوض حاصل ہوں جن کے لئے تنہا اس کی قدر کی جاتی ہے۔ لہذا اگر ہم اس امر کے لئے مضطرب ہیں۔ کہ ہندوستان کے لئے ایک ایسا دستور حاصل کر سکیں جو اپنی تکمیل پر فی الواقعہ آزادی کی ان شرائط کو پورا کرے جنکا تذکرہ اوپر آ چکا ہے۔ تو ہماری یہ بھی خواہش ہے۔ کہ ہمیں اس آزادی کے قائم اور برقرار رکھنے کے وسائل بھی میسر آ جائیں۔ ظاہر ہے۔ کہ ہمارے پیش نظر دستور کے یہ دو پہلو کسی ایسی آئینی سکیم میں جس کو مجالس موجودہ تیار کیا جائے۔ پورے طور سے موجود نہیں ہوں گے۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ ہندوستان کے آئندہ دستور کی تجاویز پر جس نے اب ایک خاکے کی سی شکل اختیار کر لی ہے غور و فکر کی نگاہیں ڈالیں۔ تاکہ ہمیں اس امر کا اندازہ ہو جائے کہ ان تجاویز کے ماتحت جو دستور آگے چل کر طیار ہوگا۔ ان میں وہ لوازم (یعنی کسی دستور کے لازمی عناصر) جن کی طرف اس سے قبل اشارہ کر دیا گیا ہے۔ موجود بھی ہونگے یا نہیں

گول میز کانفرنس

جیسا کہ آپ حضرات کو علم ہے ہندی "گول میز" کانفرنس کی دونوں اجلاسوں میں جو لنڈن میں منعقد ہوئے۔ ان تجاویز پر غور کیا گیا تھا جو ہندوستان کے آئندہ دستور کے متعلق پیش کی گئی تھیں۔ اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں ان بڑی بڑی تجاویز کے بارے میں جن پر اب تک کانفرنس میں بحث و تمحیص ہوتی رہی اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ ابتدا ہی میں کانفرنس نے اس نصب العین کی حمایت کی۔ کہ اس ملک میں ایک وفاق یعنی آل انڈیا فیڈریشن قائم کیا جائے جس کے عناصر ترکیبی یہ ہوں۔ برطانوی ہندی صوبے اور ریاستہائے ہندیہ۔ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس ملک کی حکومت آخر آخر اگر کوئی شکل اختیار کر سکتی ہے۔ تو وہ یہی ہے۔ لیکن یہ سوال کہ اس وفاق کی تکمیل کب ہوگی۔ اور اس پر کب عملدرآمد شروع ہو سکیگا۔ نہایت مشکل ہے اور اس کا جواب دینے میں ہر شخص کو تامل ہوگا۔ ریاستہائے ہند کے نمائندے وفاق کو بطور ایک فوری اور عملی تجویز کے "گول میز" کانفرنس کی اولین نشستوں سے بھی بہت پہلے پیش کر چکے تھے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ برطانوی ہند کے ہندوؤں نے اس تجویز کا خیر مقدم نہایت گرمجوشی سے کیا۔ اور برطانوی ہندیوں نے بھی اس کو بطور ذمہ دار حکومت کی اساس کے قبول کر لیا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ نظری اعتبار سے آل انڈیا فیڈریشن ایک ایسا نصب العین ہے جسکے جلد سے جلد حصول کی ہم میں سے ہر شخص کو حتی الامکان کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن جب فیڈرل اسٹرکچر کمیٹی یعنی "مجلس ترتیب وفاق" نے اس مسئلے کی جزئیات پر غور کرنا شروع کیا جن کے مناسب و موزون حل کے بغیر فیڈریشن کوئی عملی شکل اختیار نہیں کر سکتی۔ تو ہم لوگ اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ یہ مسئلہ دقتوں سے خالی نہیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ ان میں سے بہت سی دقتیں ایسی تھیں۔ جن کا حل کوئی دشوار طلب بات نہ تھی۔ لہذا ان کو اسی وقت طے کر لیا گیا۔ بایں ہمہ بعض مشکلات ایسی تھیں جنکا کوئی حل نظر نہیں آتا تھا۔ پہلے اجلاس میں جو کچھ ہوا وہ یہ تھا۔ کہ اس قسم کے فیڈریشن کا ایک خاکہ سا طیار کر لیا گیا۔ اور بعد ازاں "مجلس ترتیب وفاق" یعنی فیڈرل اسٹرکچر کمیٹی نے کانفرنس میں دو رودادیں پیش کیں۔ یہ سب کچھ اجلاس اول کے التواء سے پیشتر ہوا۔ دوسرے اجلاس میں بھی کسی قدر معاملات طے ہوئے۔ لیکن ہر شخص محسوس کرتا تھا۔ کہ ان مشکلات کے مقابلہ میں جن کا حل آسان ہے نہ حل ہونیوالی مشکلات بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ دوسرے اجلاس کے خاتمہ پر نہ صرف میرا بلکہ بہت سے دوسرے مندوب حضرات کا خیال یہی تھا۔ کہ گو ان سب دقتوں کا طے ہو جانا ممکن ہے لیکن انکے لئے جزئی تحقیقات اور طویل گفت و شنید کی ضرورت ہوگی۔ برعکس اس کے ہم میں سے بعض کی رائے یہ تھی۔ کہ پیشتر اس کے کہ یہ جزئی تحقیقات تکمیل کو پہنچیں۔ اور گفت و شنید کا سلسلہ کامیابی کے ساتھ ختم ہو۔ اس قدر مدت گزر جائیگی۔ کہ اس وقفہ کیلئے کسی ایسے دستور کی ضرورت ہوگی جو برطانوی ہند کے وفاق پر مشتمل ہو۔ اور جو بالآخر تمام ہندوستان کے وفاق کی شکل اختیار کر لے۔

وفاق ہند

بہر حال یہ فرض کرتے ہوئے۔ کہ وفاق کا نصب العین ایک مناسب بات ہے پورا ہو سکتا ہے ہم ایک آل انڈیا فیڈریشن کے مسئلے پر کسی قدر تفصیلی نظر ڈالیں۔ قرار داد یہ ہے کہ فیڈریشن کے وظائف ہندوستان بھر کی ایک ایسی مشترک ایگزیکیٹو یعنی "مجلس نافذہ" کے ذریعہ طے پائیں جو بحالت عمومی اپنے اعمال کار میں فیڈرل لیجسلیچر یعنی "وفاقی مجلس تشریعی" کے سامنے جوابدہ ہو۔ تجویز یہ ہے کہ یہ مجلس دو ایوانات یعنی ایوان ادنی و اعلی پر مشتمل ہو فیڈریشن کے تمام اجزا یعنی برطانوی ہندوستان کے صوبجات اور وہ ریاستیں یا مجموعہ ہائے ریاست جو فیڈریشن میں داخل ہونا پسند کریں۔ ان کو دونو ایوانات میں حق نمائندگی دیا جائیگا۔ اور سوائے ان وزراء کے جن کے ذمے مخصوص صیغہ جات کا نظم و نسق ہو مجلس نافذہ یعنی ایگزیکٹو کی ترکیب قانون ساز ایوانات کے اراکین یعنی لیجسلیچر سے عمل میں آئیگی۔ اور وہ اپنے اعمال کے لئے اسکے سامنے جوابدہ ہوں گے لیجسلیچر کے دونو ایوانات کے اختیارات یکساں ہونگے۔ البتہ مسودات قانون جن کا تعلق زر سے ہے۔ یعنی "منی بل" صرف ایوان زیریں میں پیش کئے جائیں گے۔ اور اسی کو ان کے رد و قبول کا اختیار ہوگا۔ لیکن اگر دونو ایوانات کے درمیان کوئی وجہ اختلاف پیدا ہو جائے۔ اور وہ نظر ثانی یا از سر نو غور و فکر کے طریقوں سے رفع نہ ہو سکے۔ تو اس صورت میں دونوں ایوانات کا ایک مشترکہ اجلاس طلب کیا جائیگا۔ اور اسمیں جسقدر اراکین اس وقت موجود ہوں گے۔ ان کی کثرت رائے سے متنازعہ فیہ امر کا فیصلہ ہو جائیگا۔

الفضل قادیان دارالامان مورخہ ... دسمبر ... جلد ۱۹ نمبر ۷۲

صیغہ ہائے حکومت کی ترتیب

فیڈرل اسکیم کے اس عام خاکہ پر شاید ہی کسی کو ...ض ہو لیکن مجھے یہ ضرور عرض کر دینا چاہیئے کہ بحالات موجودہ ...سکیم پر عملدر آمد کرنے سے کیا کیا مشکلات پیدا ہوں گی۔ ...صیغے مثلاً دفاع اور خارجی تعلقات ہندوستانی ریاستوں ...ے معاہدے اور ان کی تشریح و تعبیر کو بالفعل سلطانی صیغہ جات قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کے لئے گورنر جنرل صرف برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ ان کے علاوہ صیغہ جات کی ایک دوسری فہرست کو وفاقی صیغوں کے نام سے موسوم ...کیا گیا ہے۔ یہ وہ صیغے ہیں جن کا تعلق تمام ہندوستان سے ہے۔ ...جو برطانوی ہند اور ریاستوں کے درمیان مشترک ہیں مثلاً ...یعنی محصولات ریلوے اور تار وغیرہ اور جن کو وہ ہندی ریاستیں ...ریشن میں داخل ہوں ...سی فہرست میں شمار کرنا پسند کریں گی ...ں سے بعض صیغے اپنے طرز عمل آئین و قوانین اور نظم و نسق ...کے اعتبار سے وفاقی ہوں گے اور بعض اول الذکر دو عنوانات ...عتبار سے وفاقی مگر نظم و نسق کے لحاظ سے صوبجاتی ...گے۔ یہ آخری صیغے اس دوسری فہرست میں شامل ہیں ...اپنے نظم و نسق کے اعتبار سے وفاقی نہیں ہوں گے لہذا ...یاستیں فیڈریشن میں شامل ہوں گی وہ بدستور خود ہی ان کا ...م کرتی رہیں گی۔ ان کے علاوہ جتنے صیغے ہیں وہ سب کے ...ستوں ہی کے ہاتھ رہیں گے لیکن برطانوی ہند میں صورت حالات اس سے مختلف ہے۔ اس وقت برطانوی ہند میں صیغہ ہائے حکومت کی تقسیم مرکزی اور صوبجاتی عنوانات کے ماتحت کی جاتی ہے قرار دیا ہے کہ آئندہ دستور میں بعض مرکزی صیغے بھی صوبوں کی طرف منتقل کر دئے جائیں۔ جہاں تک باقی ماندہ صیغوں کا تعلق ہے اگر تمام ریاستیں اعلان کر دیتیں کہ وہ سب صیغے وفاقی ہوں گے تو ان کی ترتیب کے متعلق کوئی دقت پیش نہ آتی۔ لیکن بدقسمتی سے معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اب تک جن صیغوں کو ریاستوں نے وفاقی قرار دیا ہے ان میں مرکزی صیغے شامل نہیں۔ اس تقسیم و ترتیب کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ہندی ریاستوں کے لئے تو صرف تین قسم کے صیغے ہوں گے یعنی سلطانی (گویا مخصوص) صیغہ جات وفاقی صیغہ جات اور وہ صیغے جن پر ریاستوں کو پورا پورا اختیار ہوگا مگر برطانوی ہند میں ان کے چار عنوانات قائم کرنا پڑیں گے یعنی سلطانی (یا مخصوص) صیغہ جات مرکزی صیغہ جات (یعنی وہ صیغے جن کا اختیار ابھی صوبوں کو نہیں دیا جائے گا) اور صوبجاتی صیغے۔ مرکزی صیغوں میں بعض ایسے بھی ہوں گے جو صرف اپنے طرز عمل (یا پالیسی) اور آئین و قوانین (لیجسلیشن) کے لحاظ سے تو وفاقی ہوں ... نہیں صوبجاتی صیغے مقامی حکومتوں کے ... مرکزی صیغوں کا نظم و ...

نسق وفاقی حکومت کے ذمے ہوگا جس کی ترکیب جیسا کہ اس سے پہلے عرض کر دیا گیا تھا ایک لیجسلیچر اور ایک ایگزیکٹو سے عمل میں آئے گی اور جو بجائے خود ریاستہائے ہند اور برطانوی علاقے سے ماخوذ ہوں گی۔ یہاں یہی دقت کا سامنا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جو ہندی ریاستیں فیڈریشن میں شریک ہوں گی ان کو ایسے صیغوں کے نظم و نسق میں بھی حصہ لینے کا موقعہ مل جائیگا جن کا تعلق محض برطانوی ہندوستان سے ہوگا۔ برعکس اس کے ان کے مقابلہ میں ریاستوں کے یہ صیغے وفاقی حکومت کی دست اندازی سے آزاد ہوں گے اس لئے کہ ان کا انتظام ہر ریاست اپنے علاقہ کے اندر کریگی۔ بالفاظ دیگر وفاق کی ترکیب ایسے اجزا سے عمل میں آئیگی جن میں سے بعض مثلاً ہندی ریاستوں کے اختیارات دوسرے اجزا یعنی برطانوی صوبوں کے اختیارات سے زیادہ ہوں گے اور جس میں بعض صیغے جن کا تعلق اجزائے وفاق کے ایک مخصوص مجموعے سے ہوگا پورے وفاق یعنی تمام اجزا کے زیر انتظام ہوں گے۔ اس صورت حالات کا واحد علاج صرف یہ ہے کہ مرکزی صیغوں کو سرے ہی سے کالعدم قرار دیا جائے اور وہ اس طرح کہ ان کا زائد حصہ صوبوں کو منتقل کر دیا جائے اور باقی ماندہ وفاق کے ذمے رہیں اس کے لئے طویل گفت و شنید اور اجزائے وفاق میں مزید توافق پیدا کرنے کی ضرورت ہوگی لیکن جب تک یہ مقصد پورا نہ ہو جائے آل انڈیا فیڈریشن کی ترکیب نہایت درجہ غیر متوازن رہے گی۔

فاضل اختیارات

اگر ہم تمام صیغہ ہائے حکومت کو مخصوص وفاقی مرکزی اور صوبجاتی عنوانات میں ترتیب دینے کے لئے نہایت احتیاط کے ساتھ جامع اور مکمل فہرستیں بطور جدولیں طیار کریں تب بھی اس امر کی ضرورت ہوگی کہ ان معاملات کے لئے جو دفعتہً پیش آجائیں اور جن کو اوپر کے کسی عنوان کے ماتحت ترتیب نہ دیا گیا ہو دستور میں کوئی نہ کوئی قاعدہ موجود ہو۔ ایسے معاملات کے لئے "فاضل" کی اصطلاح اختیار کی جاتی ہے اور ان کو طے کرنے کے لئے جن اختیارات سے کام لیا جاتا ہے انہیں "فاضل اختیارات" سے موسوم کرتے ہیں۔ کانفرنس نے ابھی تک اس امر کا کوئی فیصلہ نہیں کیا کہ نئے دستور میں یہ فاضل اختیارات محض وفاقی حکومت یا اس کے تمام اجزا کے تو کیا کو حاصل ہوں گے لیکن کانفرنس کے پیش نظر وفاق کا جو تصور ہے اس کا مطلب تو یہی ہے کہ یہ فاضل اختیارات بھی اجزائے وفاق کے ہی ہاتھ میں ہوں۔ اس مسئلہ کا اصولی پہلو کچھ بھی ہو جو چیز عملاً ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ جو ہندی ریاستیں فیڈریشن میں داخل ہوں گی ان کا اس بات پر رضامند ہونا مشکل ہے کہ جن صیغوں کو خاص طور پر وفاق کے طور پر وفاق کے

سپرد کر دیا گیا ہے، ان کے علاوہ بھی اسے مزید اختیارات کا حق دیا جائے۔ اب تک انہوں نے برابر اصرار کیا ہے۔ اور یقین ہے کہ آئندہ بھی ان کا مطالبہ یہی ہوگا کہ ان متعین اختیارات کے علاوہ تمام اختیارات حکومت بدستور ریاستوں ہی کے ہاتھ میں رہیں۔ بالفاظ دیگر وہ اختیارات جن کا تعلق مخصوص یا وفاقی صیغہ جات سے نہیں ہے ریاستوں کے نزدیک اجزائے وفاق ہی کو تفویض ہونا چاہیئے۔ اس کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ برطانوی علاقہ میں بھی بصورت دیگر وفاق کی شکل یہ ہو جائے گی کہ اس کے بعض اجزا کو تو فاضل اختیارات حاصل ہوں گے لیکن بعض اجزا ایسے ہوں گے کہ ان کے متعلق فاضل اختیارات کا نظم و نسق پورے وفاق کے ہاتھ میں ہوگا۔ لیکن دنیا میں کسی ایسے وفاق کا وجود نہیں جس میں اس قسم کی صورت حالات موجود ہو اور یہ ایک حماقت آمیز سی بات ہوگی کہ ہندوستان کے آئندہ دستور میں ہم اس طرح کا کوئی قاعدہ وضع کریں نظر بریں حالات مجھے یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ اگر فی الواقعہ ہماری یہ خواہش ہے کہ مستقبل میں ہندوستان کا دستور ایک ہم آہنگ شکل اختیار کرے تو دوسری باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی یہ ضروری ہے کہ فاضل اختیارات صوبوں ہی کے ذمے کر دیئے جائیں۔

وفاقی مجلس قوانین

جہاں تک فیڈرل لیجسلیچر یا ایوانات قانون ساز میں نشستوں کے تعین اور اس کے لئے اراکین کے طریق انتخاب یا تقرر کا تعلق ہے زبردست دشواریوں کا سامنا کرنا پڑیگا انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ ریاستہائے ہند اور برطانوی علاقے کے لئے نشستوں کا تعین آبادی کے لحاظ سے کیا جائے۔ ریاستوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ فیڈرل لیجسلیچر میں اظہار رائے کا انحصار غالباً جغرافی یا اس قسم کے کسی دوسرے اتحاد پر مبنی ہوگا۔ لہذا ان صیغوں کا خیال کرتے ہوئے جن کو وفاقی قرار دیا گیا ہے اس امر کا خطرہ نہیں کہ فیڈرل لیجسلیچر میں برطانوی ہند اور ریاستوں کے مفاد کے درمیان کوئی تصادم واقع ہو۔ ہندوستانی ریاستوں کا یہ اعتراض سراسر جائز ہے کہ وفاقی حکومت کو حقوق معاہدات مسائل جانشینی ریاستی جھگڑوں اور ان کی اندرونی خود مختاری میں مداخلت کا کوئی حق حاصل نہیں نہ ہوگا۔ خوش قسمتی سے برطانوی ہند اور ریاستوں کے درمیان کوئی نسلی مذہبی لسانی یا تمدنی اختلاف موجود نہیں یہ کہنا غلط ہوگا کہ ان امور کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ریاستہائے ہند اور برطانوی علاقے میں امتیاز قائم کرنا چاہیئے۔ بایں ہمہ ہندی ریاستوں کو اصرار ہے کہ فیڈرل لیجسلیچر میں انہیں جو حصہ نیابت دیا جائے وہ برطانوی ہند اور اس کی آبادی کے تناسب سے زیادہ ہو۔ یہ ایک نہایت ہی تکلیف دہ سوال ہے اور ہمیں اس امر کا صاف صاف اعلان کر دینا چاہیئے کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے وہ صرف اس بات پر رضامند ہو سکیں گے کہ برطانوی ہند اور ریاستوں

ہندوستان اور ممالک [illegible] کی خبریں

—— لاہور میں ۲۶ دسمبر کو ریاستی ہندو [illegible] کانفرنس کے سلسلے میں کیسری دل کا ایک جلوس جو صدر منتخب کے اعزاز میں نکالا گیا تھا۔ ڈھائی بجے اور تین بجے بعد دوپہر کے درمیان جب مفتی برادرز کلاتھ ہوس انارکلی کے پاس پہنچا۔ تو اہل جلوس نے دو مسلمانوں کو جو دوکان کے سامنے ہجوم کے میلے سے بچنے کے لئے کرسیوں پر کھڑے ہو گئے تھے۔ بلاوجہ زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ اور جلوس سے لوٹ لو لوٹ لو کی آواز آنے پر مفتی کلاتھ ہوس اور معراج الدین کی دوکانوں پر حملہ کر دیا گیا۔ ایک نوعمر مسلمان لڑکے کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا گیا۔ جو اسی وقت گر کر بے ہوش ہو گیا۔ اور ہسپتال میں جا کر فوت ہو گیا۔ اور بھی متعدد مسلمان مجروح کئے گئے۔ شام کو مسلمان لڑکے کی وفات کے بعد حکومت نے شہر لاہور کے تمام کوچوں اور بازاروں میں پولیس کا پکٹنگ بٹھا دیا۔ سوار پولیس بھی ہر جگہ متعین کر دی گئی۔ ہندوؤں کی اس بربریت کی وجہ سے جو انہوں نے ایک معصوم کو بلاوجہ قتل کرنے میں دکھائی مسلمانوں میں بے حد جوش پھیل گیا ؎

—— خان عبد الغفار خان۔ ڈاکٹر خان صاحب خان سعد اللہ خان آف شان زئی اور قاضی عطاء اللہ ایڈووکیٹ مردان ریگولیشن نمبر ۳ ۱۸۱۸ء کے ماتحت گرفتار کر لئے گئے۔ غالباً خان عبد الغفار خان کو نینی سنٹرل جیل میں نظر بند کر دیا جائے گا ؎

—— غیر معمولی گزٹ کے اعلانات مظہر ہیں۔ کہ چیف کمشنر نے صوبہ سرحد کے آرڈیننس کی دفعہ (۳) شق (۱) کے اختیارات کے ماتحت تمام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں اور سب انسپکٹر سے اوپر درجہ کے پولیس افسروں کو اختیار دیا ہے۔ کہ اگر انہیں اطمینان ہو۔ کہ اسباب کا یقین کرنے کے کافی وجوہ ہیں۔ کہ کوئی شخص امن و تحفظ عامہ کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ یا کارروائی کر رہا ہے یا کرے گا۔ تو ایسے شخص کو وارنٹ کے بغیر گرفتار کرلے۔ اور ایسا کرنے میں جو ذرائع ضروری ہوں اختیار کرے

—— نیو دہلی ۲۶ دسمبر۔ الہ آباد کا ایک تار مظہر ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر شروانی آج صبح ۱۰ بجے الہ آباد سے ۱۱ میل کے فاصلہ پر ایک ریلوے سٹیشن پر گرفتار کر لئے گئے۔ پنڈت جی اور مسٹر شروانی بمبے میل ٹرین سے بمبئی جا رہے تھے ؎

—— بمبئی ۲۶ دسمبر پہلے گاندھی جی کے شاہانہ استقبال کی تیاریاں کی گئیں تھیں لیکن جونہی پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر شروانی کی گرفتاری کی خبر موصول ہوئی۔ تو اعلان کیا گیا کہ استقبال کا انتظام اور تیاریاں منسوخ کر دی گئی ہیں۔ پنڈت جواہر لال کی خبر کو مشتہر کرنے کے لئے لاریاں اور رضا کاروں کے دستے فی الفور موٹر کاروں میں بھیج دیئے گئے ؎

—— سرگودھا سے ایک نہایت افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے۔ کہ چک نمبر ۱۰۵ شمالی میں سکھوں نے ایک مسجد کو جلا کر [illegible] بنا دیا۔ چھ سات قرآن مجید بھی مسجد میں رکھے تھے۔ وہ بھی [illegible] ہو گئے۔ پولیس تفتیش کے لئے پہنچ گئی ہے لیکن ابھی [illegible] ملزم گرفتار کئے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ باقی سب مفرور ہیں ؎

—— جموں چھاؤنی میں رسالہ کے ان سواروں کے خلاف جنہوں نے احرار کے ایک قافلہ پر زنگیر پورہ کے نزدیک گولی چلا کر دو احرار کو قتل اور متعدد کو مجروح کیا تھا۔ کورٹ مارشل کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ صوبیدار نزنت سنگھ راجپوت دفعدار کو ۳ سال قید کی سزا اس جرم میں دی گئی ہے۔ کہ اس نے اپنے ماتحت سواروں کو احرار پر گولی [illegible] نے کا حکم دیا تھا۔ باقی سپاہی رہا کر دیئے گئے ؎

—— لاہور ۲۷ دسمبر۔ کل انارکلی میں ایک [illegible] کے زخمی ہو کر مر جانے کی وجہ سے شہر میں ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے آج صبح ہوتے ہی لاہور میں جلوسوں پر دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی تمام کوچوں پر پولیس متعین تھی۔ بڑے بڑے افسران بھی بازاروں میں گشت کر رہے تھے۔ شہر کے میونسپل کمشنر آنریری مجسٹریٹ و دیگر بااثر اصحاب اپنے اپنے حلقوں میں امن پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ نو بجے کے قریب دفعتاً مسلمانوں کا ایک ہجوم آ رہا تھا۔ کہ چوک رنگ محل میں ہندو نوجوان ولگا زار نعرے لگانے لگے جس سے تصادم ہو گیا۔ پانچ مسلمان اور تین ہندو زخمی ہوئے۔ ایک ہندو اور دو مسلمانوں کی حالت نازک بیان کی جاتی ہے۔

—— لاہور ۲۷ دسمبر۔ رنگ محل میں جو کشمکش ہوئی۔ اس کو مد نظر رکھ کر لاہور شہر (میونسپل حدود) کے لئے ۳۰ دسمبر تک کرفیو آرڈر جاری کر دیا گیا ہے۔ رات کے آٹھ بجے کے بعد کسی کو باہر نکلنے کی اجازت نہ ہوگی۔ ۸ بجے شام کے بعد شہر پر فوج کا قبضہ ہوگا۔ شہر اور شہر کے باہر کافی مشین گنیں اور کافی ملٹری پہنچ چکی ہے ؎

—— پشاور ۲۷ دسمبر۔ سرخپوشوں کی گرفتاریاں جاری ہیں۔ ان میں سے جنہوں نے معافی مانگ لی۔ رہا کر دیئے گئے ہیں۔ کوہاٹ میں سرخپوشوں نے منتشر ہونے کی حکم کی تین بار مزاحمت کی۔ جس پر لاٹھی چارج کئے گئے۔ جب سرخپوشوں نے ملٹری کی مزاحمت کی۔ ان پر گولی چلائی گئی۔ گیارہ ہلاک ہوئے اور پچاس زخمی۔ خشک کے تقریباً دو ہزار سرخپوشوں نے ملٹری کو ریلوے کراسنگ کے نزدیک روکا۔ اور منتشر ہونے سے انکار کر دیا۔ جس پر ملٹری نے گولی چلا دی۔ کچھ لوگ ہلاک ہوئے۔ تعداد معلوم نہیں ہوئی ؎

—— [illegible] گاندھی جی ۲۸ دسمبر صبح کے آٹھ بجے بلیناجہاز سے بمبئی [illegible] سے پہلے انہوں نے اپنی بیوی کو گلے لگا [illegible] اچھوت اقوام [illegible] بہت بڑے ہجوم نے گاندھی جی کے خیر مقدم کا مظاہرہ کیا۔ کانگ [illegible] جھنڈیوں کے ساتھ مظاہرین کا تصادم ایک دوسرے پر [illegible] استعمال کی گئیں۔ ہندو اخبارات کا بیان ہے۔ کہ گاندھی جی [illegible] میں جو جھنڈیاں۔ ماٹو۔ جھنڈے وغیرہ لگائے گئے تھے۔ و [illegible] ضائع کر دیئے گئے۔ کئی ایک اشخاص زخمی ہوئے جنہیں ہسپتال [illegible] گیا۔ گاندھی جی جلدی جلدی منی بھون چلے گئے ؎

—— لاہور [illegible] دسمبر کے حادثہ کے بعد جس میں ایک بے گناہ مسلمان کو ہندو [illegible] کر دیا تھا۔ کئی جگہ فساد برپا [illegible] دو ہندو اور ایک مسلمان [illegible] ؎

—— ۲۹ دسمبر [illegible] میں پولٹیکل کانفرنس [illegible] صدر صوبہ کانگرس نے اس وجہ سے [illegible] کہ ان کے سامنے خیار [illegible]

—— کابل کا اخبار [illegible] لکھتا ہے کہ ولئے [illegible] نے پارلیمنٹ کے مرتب کردہ [illegible] منظوری دیدی ہے [illegible] یہ ہے۔ کہ آئندہ افغانستان کا بادشاہ [illegible] قوم کے انتخاب سے [illegible] کریگا۔ پارلیمنٹ کا انتخاب ہر [illegible] بعد ہوگا۔ جس کا صدر بادشاہ وقت ہوا کریگا۔ ملک میں [illegible] لازمی ہوگی۔ اخبارات کی اشاعت میں آزادی ہوگی۔ [illegible] اشتعال انگیز مضامین شائع کرنے کی ممانعت ہے [illegible] آزادی حاصل ہوگی [illegible] اعظم بادشاہ خود مقرر کیا کریگا۔ افغانستان کے قومی جھنڈے میں سیاہ سبز اور سرخ رنگ ہوں گے۔ اور [illegible] منبر اور پلیٹ فارم کی تصویر ہوگی ؎

—— دہلی سے [illegible] اطلاع مظہر ہے۔ کہ مسٹر [illegible] ہیڈ کوارٹرس سے ہدایت ہوئی ہے [illegible] سے پہنچ کر اخبارات نہ پہنچنے پائیں۔ تاوہ ہیکہ ہی [illegible] بے خبر رہیں۔

—— پشاور سے [illegible] اطلاع ہے۔ کہ صوبہ سرحد میں سرخ قمیص پہننا ممنوع قرار [illegible] ہے۔ اور اس وقت تک ۲۷ سرخپوش گرفتار ہو چکے ہیں۔

—— ہندوؤں [illegible] ہندوؤں کی ہمدردی کے پردہ میں لاہور میں جو فتنہ [illegible] کے سلسلہ میں ۲۷ دسمبر کو اندرون شہر میں بھی ایک [illegible] کا اہتمام کیا جا رہا تھا لیکن [illegible] انہی اس خطرہ کو محسوس [illegible] نافذ کر دی۔ اور جلوس نکالنے کی ممانعت کر دی۔

—— [illegible] نے اعلان کیا ہے۔ کہ مولانا محمد علی کی برسی [illegible] اور اس تقریب کو بڑی دھوم دھام سے [illegible]

دعبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع [illegible]